دفاعِ سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ الجواد الجلیل عنہ ۲۰۱۳ء

رسائل فی افضال معٰویہ

۱۴۳۴ھ

تحقیق و تشریح

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

تقدیم و ترتیب

محمد ضیاء الحسن قادری

رشحاتِ تحقیق

- شیخ محمد حیات سندھی
- علامہ عبدالعزیز پرہاروی
- مولانا عبدالقادر بدایونی
- علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی
- پیر سائیں غلام رسول قاسمی
- علامہ سید شاہ حسین گردیزی



دار الاسلام

دفاعِ سیدنا امیر معاویہ

[illegible] ۲۰۱۳ء

رسائل فی افضال معٰویہ

۱۴۳۴ھ

[illegible]

- شیخ محمد حیات سندھی
- علامہ عبدالعزیز پرہاروی
- مولانا عبدالقادر بدایونی
- علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی
- پیر سید غلام رسول قاسمی
- علامہ سید شاہ حسین گردیزی

[illegible]

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

[illegible]

[illegible]

دارالاسلام
C-8 محی الدین بلڈنگ داتا دربار مارکیٹ لاہور
Cell:0321-9425765



لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ



فیضانِ نورِ علم

امام اعظم علی الاطلاق بانی فقہ حنفی
ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

امام المتکلمین مصحح عقائد المسلمین
ابو منصور محمد ماتریدی

غوث اعظم شیخ طریقت
محی الدین عبد القادر جیلانی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
شیخ احمد فاروقی سرہندی

برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق
شاہ عبد الحق محدث دہلوی

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت
شاہ احمد رضا خان بریلوی

میر کارواں

حضرت شیخ الحدیث
علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی

صاحب ارشاد: مفتی غلام حسن قادری

ارباب شوریٰ

علامہ محمد اشرف آصف جلالی
محمد محمود احمد برکاتی
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
راجا رشید محمود
خواجہ رضی حیدر

سلسلہ مطبوعات ۱۶

طبع: صفر ۱۴۳۴ھ / جنوری ۲۰۱۳ء

قیمت: 100 روپے NET

ناشر: محمد رضاء الحسن قادری

اتحاف و اتصاف

بہ گرامی خدمت حضرت مرتضویہ علویہ

شمع شبستانِ ولایت، بہارِ چمنستانِ معرفت

امام الواصلین، سیّد العارفین، خاتم خلافتِ نبوت، فاتح سلاسل طریقت

مولی المسلمین، امیر المومنین، ابوالائمۃ الطاہرین، طاہر مطہر، قاسم کوثر

امام المشارق والمغارب، مظہر العجائب والغرائب

اسد اللہ الغالب، مطلوبِ کل طالب

حضرتنا وسیّدنا ومرشدنا وکریمنا ومحبوبنا ومولانا

علی اِبن ابی طالب

کَرَّمَ اللّٰہ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم

عقیدتنا فی علی و معاویۃ رضی اللہ عنہما

"رہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ! اُن کا درجہ ان سب (حضرات عشرہ مبشرہ وزبیر وطلحہ) کے بعد ہے اور حضرت مولیٰ کے مقام رفیع وشانِ منیع تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن میں ہزاراں ہزار رہوار برق کردار صبا رفتار تھک رہیں اور قطع نہ کر سکیں، مگر فضل صحبت۔ ہم تو بحمد اللہ سرکار اہل بیت کے غلامانِ خانہ زاد ہیں، ہمیں معاویہ سے کیا رشتہ کہ خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں، مگر ہاں اپنی سرکار کی طرف داری اور ان کا الزامِ بدگویاں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادۂ اکبر حضرت سبطِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حسب بشارت اپنے جد امجد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اختتام مدت عین معرکہ جنگ میں ہتھیار رکھ دیے اور ملک امیر معاویہ کے سپرد کر دیا۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ -العیاذ باللہ- کافر یا فاسق فاجر یا ظالم جائر تھے، تو الزام تو حضرت امام حسن پر آتا ہے کہ اُنھوں نے کاروبار مسلمین وانتظام شرع ودین باختیار خود ایسے شخص کو تفویض کر دیا اور خیر خواہی اسلام کو -معاذ اللہ- کام نہ فرمایا۔ اگر مدتِ خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ بادشاہت منظور نہیں فرماتے، تو صحابۂ حجاز میں کوئی اور قابلیت نظم ونسق دین نہ رکھتا تھا جو انھیں کو اختیار کیا۔ حاشا للہ، بل کہ یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیشین گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری۔"

(اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب
از: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

پیش از کتاب...

پچھلی صدی کی ناصبیت و خارجیت نے دیوبندیت کی کوکھ سے جنم لیا اور تفضیلیت و رافضیت نے سُنّیت کی گود میں آنکھ کھولی ہے۔ اِس خام پیداوار نے ماسوا اپنے گھر کو بدنام کرنے کے کچھ نہیں کمایا۔ اِن میں ایک کا فساد ایک سے بڑھ کر ہے اور دونوں آج تک اپنے اپنے دائرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکے، کیوں کہ اُمت کے سوادِ اعظم نے انھیں ہر دور کی طرح پچھلی صدی میں بھی قطعاً مسترد کیا ہے۔ اِن کی اندرونی حالت دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اِن کے وجود سے مبانیِ دین کو تزلزل لاحق ہونے کا خطرہ ہے، بلکہ دقیقہ رس اور نکتہ سنج حضرات کا تو یہ کہنا ہے کہ ناصبیہ کے نشانات صرف کتابوں کے اوراق پر موجود ہیں اور تفضیلیہ اب بھی جہالت کا ڈھکوسلا بن کر ممبرِ زین علم کے سامنے شرماتا پھرتا ہے۔ غرض کہ ہر دو طبقوں میں ایسے لوگوں کو خاص پزیرائی نہیں مل سکی اور یہ صرف خدائے رحمٰن کا فضل و احسان اور علمائے اُمت کے نعرۂ حق کا اثر ہے۔ تاریخ میں آج تک جو فتنہ بھی اُٹھا علمائے حق نے اپنی جاں سوزی مول لے کر ملت کے فرد فرد کو بدعقیدگی کی آگ سے بچایا ہے اور ان حضرات القدس کی یہ قربانیاں رائگاں نہیں گئیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کے فضل سے جب تک اِن ایسے علمائے ربانیین و رحمانیین کا وجود باجود سلامت ہے، پس پائی اور ہزیمت ایسے فتنوں کا بڑھ بڑھ کے اِستقبال کرے گی۔

رواں صدی کے اِعتقادی منظرنامے کو سامنے رکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ اِسی فاسد المواد کے بقیہ جرثومات پھر سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور وہ اپنے بااثر وسائل کو کام میں لاتے ہوئے اپنے افکار کو فروغ دینے میں کافی سرگرمی بھی دکھا رہے ہیں۔ الحمدللہ علمائے کرام اِن فتنوں کے رد و ابطال میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک سُنّی قوم کا شعور پوری طرح بیدار نہیں ہو سکا ہے۔ اس کے لیے کچھ عرصہ اور محنت کرنی پڑے گی، ہر فورم، ہر گلی محلّہ، گاؤں، یونین، قصبہ، شہر میں اپنی آواز پہنچانی ہوگی اور مسلسل اس تحریک کو جاری رکھنا ہوگا اور عوام میں ایسے پراگندہ افکار کے حاملین سے نپٹنے کا شعور پیدا کرنا ہوگا۔ اِن شاء اللہ باطل پرستوں کا کھیل چند دنوں میں ختم ہو جائے گا۔ رافضی اور خارجی بھول بھلیاں میں نہ رہیں، کان کی کھڑکیاں کھول کر سن لیں! نہ ہماری نظروں سے تم لوگوں کی حرکتیں اوجھل ہیں، نہ قوم بدھو ہے، نہ تم بہت سیانے ہو۔ ہم اپنی ایمانی بصیرت اور اپنے معاونین علما، و محققین کی معیت میں برملا کہتے ہیں کہ سال ۲۰۱۳ء موجودہ حرکتِ رافضیہ تفضیلیہ کا آخری سال ہوگا اور ہم اسی سال اِس فتنے کا نٹ تاریک گڑھے میں دفن کر دیں گے۔

ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!

رافضیت کو کچھ چھوٹ ملی، تو ان کی چرب زبانی اس حد تک پہنچ گئی کہ ذرا حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کی بات ہو جائے تو ان کے لیے یہ صدمہ برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں: اجی، چھوڑیے بھی! کیا ضرورت ہے ایسے بیانات کی..!! جانے دیجیے! کچھ نہیں جاتا آپ کا، اور بھی تو کتنے موضوعات ہیں جن پر بات ہونی چاہیے۔ اور بھی کئی قسم کی لن ترانیاں دکھاتے ہیں۔ دوسری طرف پنج تن اہل بیت کی شان میں وہ غلو کہ حد نہیں۔ یہی بیماری نواصب کو ہے، حضرت مولا مرتضیٰ یا حضرات امامین حسنین علیہما السلام کا ذکر آ جائے تو ان کو مفت میں رفض وتشیع کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اُدھر یزید پلید بے دید کو بھی کوئی اچھے لفظوں سے یاد کرے، انھیں نصب وخروج کا خطرہ تک نہیں گزرتا، بلکہ یہ لوگ تو خود اُسے امیر اور خلیفہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ بس ان دونوں انتہاؤں سے حذر چاہیے، اور درمیانی راہ جو کہ سنت وجماعت والوں کی ہے، پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے۔

صحابہ کرام علی الخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحفظ ناموس کے لیے ہمیں یہ تحریک کیوں چلانی پڑی؟! اس کے محرکات واسباب کی چند جھلکیں ہم پیش کرتے ہیں۔

یہ وقت ہے کہ زمانے پہ آشکار کریں! وہ رازِ خاص کہ حامل ہیں جس کے یہ رگ وپے

(عرشی طیسانی)

اور یہ نمونے صرف اہل سنت بریلوی حضرات کے ہیں، باقی طبقات سے بھی اگر شمار کیے جائیں اور ان کی تفصیل لکھی جائے تو کئی دفتر جمع ہو جائیں۔ راقم کے مشاہدہ سے گذشتہ چند سال سے جو باتیں آ رہی ہیں، یہاں اُسی ترتیب سے پیش کی جائیں گی، جس سے اس امر کا وضوح بھی ہو جائے گا کہ یہ خطرناک سوچ کیسے منظم اور مربوط انداز میں پھیلائی جا رہی ہے اور اس کے ازالہ کے لیے ہمیں کس قدر پھرتی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۱- ادارہ پاکستان شناسی، لاہور والے بابا جی ظہور الدین خان امرت سری نے ستمبر ۲۰۱۰ء میں ''البلاغ''، پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری، چھاپی تو اس کے شروع میں ڈاکٹر وحید عشرت کو دیباچہ شامل کیا، اس میں اُنھوں نے حضرت معاویہ کے متعلق کئی طرح کی سُست باتیں لکھ کر ان کے کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی۔

اس سے مذہبی حلقوں کے اہل علم حضرات میں کافی اضطراب پایا گیا۔ ''البلاغ'' میں ظہور الدین خان کی جا بہ جا حاشیہ آرائی نے جلتی آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔

اگست ۲۰۱۲ء میں ظہور الدین خان کی تحریک پر مکرمی مختار جاوید منہاس صاحب نے ''میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند؟'' میں مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور کی مطبوعہ ''تاریخ اسلام'': مرتضیٰ احمد خان میکش کی کتاب کو بنیاد بنا کر ادارہ کی کئی غیر معمولی غفلتوں کی خبر لی۔ اس میں دانستہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ایسے عامیانہ انداز میں کروایا گیا ہے کہ ایک عام مسلمان کے درجے سے بھی نیچے لے آئے۔ راقم نے منہاس صاحب سے اس معاملے پر بات کی تو انھوں نے بھی احساس کیا۔ دراصل یہ ظہور الدین صاحب کا کارنامہ ہے جو انھوں نے منہاس صاحب کے نام کے سہارے اپنے لیے راہ ہموار کی ہے۔

کچھ عرصہ سے ادارہ پاکستان شناسی کی طرف سے کتاب ''مناقب اہل بیت'': عزیز الحق کوثر ندوی، کی تشہیری مہم چل رہی ہے۔ ماشاء اللہ والحمدللہ! مگر اس میں بابا ظہور الدین اپنا کمال پُر وبال بھی فرما رہے ہیں۔ وہ حسب سابق اس کتاب کی ابتدا میں اپنا دیباچہ شامل کرنا چاہ رہے ہیں اور اس میں جو معرکہ وہ بپا کرنا چاہتے ہیں وہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی میسون اور کچھ دیگر تاریخی باتوں کا سہارا لے کر آپ کے سیاسی اور ریاستی کردار کو مجرمانہ حد تک مجروح کرنا ہے۔ اس پر اُن کے دلائل کے اصل مآخذ عیسائی مؤرخین کی کتب تاریخ ہیں۔ ایک طرح سے وہ اہل بیت کے ذکر خیر کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کردار کو گندا کر دکھانے کی دانستہ کوشش میں مصروف ہیں، جس سے لازماً رافضیت وشیعیت کے پاؤں پکے ہوں گے۔ اور ایسے ہی کچھ فرض ناشناس لوگوں کی غیر ذمہ دار حرکات سے فضا وہ رنگ اختیار کر لیتی ہے کہ تاریخ کسی ابویزید محمد دین بٹ اور محمود عباسی کو پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں قسم کے فتنوں سے بچائے رکھے!

ظہور الدین صاحب اپنی عمر کے آخری حصے میں پٹڑی سے کیوں اتر گئے ہیں اور وہ کسی کے صلاح مشورے کو خاطر میں نہ لانے پر مجبور کیوں ہیں؟ اس کے پیچھے دراصل اُن کی گھریلو ناچاقیاں، حالات کی ستم ظریفی اور بیٹوں کی اُن سے عدم اتفاقی ہے، جس نے ان کے حس ضدیت کو پختہ تر کر دیا ہے اور قبولیت کی خصلت اُن میں معدوم ہو چکی ہے، انھیں ہر وہ بات جو ان کی سوچ کے خلاف ہو اس سے چڑ سی ہو گئی ہے، یقین کریں، جن لوگوں کی اُن سے شناسائی نہیں ہے وہ انھیں دیوانہ خیال کرنے لگے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ میری اُن سے ایک سال تو اتر اس مسئلہ

میں تکرار ہوتی رہی۔ میں نے ان کی نشست اپنے کرم فرما علامہ حافظ فریاد علی قادری اور مولانا عبد الجبار قادری زید مجدہما (تلمیذان حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی) سے کروائی۔ عزت مآب قاری محمد لقمان قادری صاحب سے اتفاقاً میرے ہی پاس اُن کی ملاقات ہوگئی، ہر بار کیا ہوا؟ یہی کہ اپنی طرف سے دو چار سطحی دلائل دینے کے بعد ظہور صاحب بغلیں جھانکنے لگ جاتے اور پھر اُن کے وردِ زبان ایک ہی بات ہوتی: ''تم لکھو! میرے خلاف لکھو! میرے تحریروں کا جواب دو! مضمون لکھو! کتاب لکھو! یہ کرو، وہ بھی کرو!'' اس کے علاوہ کوئی بات، کوئی دلیل اُن کے کشکولِ تحقیق سے برآمد نہ ہوتی۔ جو شخص منہ پر جھوٹا پڑ جائے اُس کو تحریری جواب دینا اپنی حماقت کو ثابت کرنے کے مترادف ہے۔ و اللّٰہ ھو الھادی و مالک یوم التنادی۔

میرا ظہور الدین صاحب سے چوں کہ ۵ سال سے تعلق ہے اور ابتدا سے کچھ عرصہ تک لٹریچر سے شناسائی میں وہ میری مدد بھی کرتے رہے ہیں، اُن کو اس تکلیف میں دیکھ کر مجھے ترس آتا ہے، اور دلی تمنا بھی یہی ہے کہ وہ اس کلفت سے ماڑی جان کو آزاد کرلیں، تاکہ زندگی کے بچے کھچے دن سکھ کے ساتھ بتا سکیں۔ اس واسطے اُن کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ باباجی! سیدھے سے جا کر اپنا گھر چلائیں! آپ کے ذہن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو بھی تصویر بن چکی ہے، بجا، مگر وہ اپنی تمام ریاست کا انصرام آپ کے گھر سے سوگنا اچھا چلاتے تھے.....!!!!

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش | رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

۲- پیر ہارون الرشید (موہڑہ شریف، کوہ مری ضلع راول پنڈی) نے اپنی ایک دُعا کے دوران حضرت سیدنا و مولانا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''منافق'' کہا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

۳- قاری ظہور احمد فیضی نے ''شرح خصائص علی'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مردود و مطرود اقوال بیان کیے ہیں۔ رافضیوں کے اس اُجرتی محقق کو ہم اسی سال میزانِ تحقیق پر پیش کریں گے، پھر آپ دیکھیے گا کہ اس کی تحقیق کی زنبیل سے کیا کیا پھوٹتا ہے۔

حقیقتاً ہے فریبِ کمالِ خوش نظری | ترے خیال کے فرضی بتوں کی عشوہ گری
عجب نہیں کہ خرد کا نقاب اُٹھ جائے | بہ روئے کار جو آئے جنوں کی پردہ دری

(عرشی ملسیانی)

۴- شیخ الاظلام ڈاکٹر طاہر القادری کا بیداریِ شعور کے سلسلے میں کیے ہوئے ایک خطاب کا چھوٹا سا حصہ ہم تک پہنچا۔ اس میں ضمناً اُنھوں نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرنے

والوں کو ''فتنہ گر ملا''، ''یزیدی ٹولہ''، ''خارجی الذہن''، ''حب اہل بیت کے مخالف'' وغیرہ قرار دیا۔ اور یہ سب انھوں نے کہا تو کسی اور کو نہیں، سنی بریلوی بھائیوں کو کہا۔ اتنی تواضع کرنے کے بعد وہ گویا ہوئے کہ ایسے لوگوں کو اہل سنت کی صفوں سے جوتے مار کر نکال دو!!

طاہر القادری صاحب کا دل عیسائیوں جن کے کفر پر نصوص قطعیہ شاہد ہیں، کی محبت سے اتنا پُر ہو چکا ہے کہ اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول کی محبت کے لیے ذرا بھی جگہ باقی نہیں رہی ہے۔ البتہ وہ ہر سال کرسمس ڈے کو خوب انجوائے کرتے ہیں، حتی اپنے چہیتے عیسائی بھائیوں کے لیے مسجد کے دروازے تک کھول دیتے ہیں۔ طاغوت کے پیروکاروں سے اس حد تک اُنسیت اور محمد عربی ﷺ کے اصحاب سے اتنا تنفر اُتھف ہے!!

خیر، اُن کے اس بیان کی باقی سب باتیں تو ہماری سمجھ میں اتر گئیں، مگر یہ بات اب تک ہمارے لیے ناقابل فہم رہی ہے جو انھوں نے کافی زور دیتے ہوئے کہی کہ میرے پاس عقائد کی پچاسوں کتابیں ہیں، عقیدہ کی کسی کتاب میں اُن (امیر معاویہ) کے مناقب پر کوئی باب قائم نہیں ہے۔

یہ بات بھی ہمیں ہضم ہوگئی کہ آں جناب کے پاس عقائد کی پچاسوں کتابیں ہیں، مشکل یہ ہے کہ قادری صاحب! آپ کو مناقب کے ابواب حدیث کی کتابوں میں تلاش کرنے چاہیے تھے نہ عقائد کی۔ اور اگر جناب کتب عقائد میں دیکھنے پر ہی بضد ہیں، تو انھی پچاسوں کتابوں میں سے جن کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب کے ابواب ملیں گے انھی میں تھوڑا آگے بھی دیکھ لیں، آپ کو مناقب امیر معاویہ کے باب بھی نظر آجائیں گے۔ اور اگر چند ایک کتب میں اس کے برعکس ہو بھی تو یہ قاعدہ یاد فرمالیں **اعدم الذکر لایستلزم عدم الشیٔ۔**

منہاج القرآن لاہور کے مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے جب ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب پر کتاب تصنیف کرنی شروع کی، تو طاہر القادری صاحب نے انھیں اس صالح کام سے ٹوک دیا۔ یہ روایت مجھ تک میرے والد گرامی حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری مدظلہ سے پہنچی ہے جو ہزاروی صاحب موصوف کے شاگرد ہیں۔

ایک بات اور... کہ طاہر القادری صاحب کی شروع دن سے شہرت مذہبی رنگیلے کی سی رہی ہے۔ ان کی باتوں کو اکثر لوگ سنجیدگی سے نہیں لیتے، مگر فکر اس وقت دامن گیر ہوتی ہے جب اُن کے جیالے متوالے انھیں دُنیا کا سب سے بڑا عالم ماننے پر تُل جاتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ کچھ عرصہ سے ایسی کرخت باتیں کرنا ان کا محبوب مشغلہ یا یہ کہہ لیں کہ اپنی تشہیر کا سستا کاروبار بن چکا

ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ یہ اُن کے اندر کا بخار ہے یا وہ کسی کے اشارے پر یہ سب کچھ کرنے اور کہنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ خیر، حقیقت جو بھی ہے اللہ عزّ شانہٗ اس سے خوب باخبر ہے۔ ویسے اب اُن کی حالت قرآن مجید میں مذکور اس شخص کے مشابہ ہو چکی ہے جس کے متعلق اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے:

و اتل علیھم نبا الذی اتینٰہ ایاتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطٰن فکان من الغاوین، و لو شئنا لرفعناہ بھا و لکنہ اخلد الی الارض و اتبع ھواہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث۔

(الاعراف: ۷-۱۷۵)(ترجمہ "عرفان القرآن" سے ملاحظہ ہو!)

۵- مُلّا محمد برخوردار ملتانی کی کتاب "غوثِ اعظم" حال ہی میں زاویہ پبلشرز، لاہور سے چھپی۔ اس کا آغاز نبی کریم ﷺ کے ذکر مبارک سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کے حالات ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور خاص طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذکر پاک میں مصنف نے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایسے حیا سوز اور ظلمت آمیز جملے لکھے ہیں جنھیں پڑھ کر کسی بھی سچے مسلمان کا ایمان زخمی ہو جاتا ہے۔ یہ عبارات ہم اپنے رسالہ "رند خراب حال" میں نقل کر چکے ہیں، فمن شاء فلیرجع الیہ۔

مولوی برخوردار ملتانی نے آج تک اہل سنت کے علمی حلقوں سے "حاشیہ نبراس" کی یہ دولت خاصی داد وصول کی ہے۔ لوگ انھیں اہل سنت کا بڑا عالم گمان کیا کرتے تھے، شاید ہزار میں سے کسی ایک کو بھی اس شخص کے رافضیانہ نظریات کی خبر نہیں تھی۔ ہم قاری ظہور احمد اسد گولڑوی صاحب کے شکرگزار ہیں کہ جن کی تحریک پر "غوثِ اعظم" والی کتاب شائع کی گئی جس نے کم از کم اُن کی تصویر نیم رُخ کا پورا چہرہ تو نمایاں کر دیا ہے۔

۶ سیّد شمس الدین شاہ بخاری نے چند دن پہلے عثمان مسجد، اسلام پورہ، لاہور میں تقریر کی۔ اے ٹی آئی کے کچھ ساتھیوں نے بتایا کہ اُن کی کئی باتوں سے اہل علاقہ پریشان ہیں، علما اُن کے اس بیان سے بیزار ہیں۔

۷- سیّد مزمل حسین شاہ نے ایک مقام پر تقریر کی جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بڑا ہی بے باک طعن کیا۔ جس پر حاضرین میں سے نعرہ بلند ہوا "معاویہ پر لعنت" (اعوذ معاذ اللہ)۔ مزمل حسین شاہ نے فوری طور پر اسے منع تو کیا، مگر چند لمحے گزرنے کے بعد اس لعین شخص کا ذکر ان الفاظ میں کیا: "میں اپنے عزیز کو داد دیتا ہوں، اُس کے اپنے جذبات تھے..." [1]

1- ان تمام باتوں کے ثبوت ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ جو صاحب تصدیق چاہیں، رابطہ فرمائیں!

و من یکن یطعن فی معاویہ — فذاك كلب من کلاب الهاویہ

(نسیم الریاض، علامہ شہاب الدین خفاجی، ج ۳، ص ۵۲۵)

مولانا مفتی محمد شوکت سیالوی صاحب (خانے وال) نے چند سال قبل ڈیرہ غازی خان میں ایک تقریر کی تھی، جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بے احتیاطی سے کئی باتیں نکل گئیں۔ اُن سے ۲۶/۲۹ دسمبر کو فون پر بات ہوئی، تو اُنھوں نے سابقہ کئی باتوں سے اپنا رُجوع کرنا بیان کیا، مگر ابھی تک اُن کا متعین موقف تحریری صورت میں سامنے نہیں آسکا۔ توقع ہے کہ وہ اس نازک مسئلے میں اپنا دوٹوک نظریہ جلد سے جلد شائع کریں گے۔ وباللہ التوفیق!

مولانا محمد حنیف قریشی (راول پنڈی) کے چند غیر محتاط جملے بابت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مشہور ہوگئے تھے۔ اس معاملے میں اُن کی وضاحت بھی موجود ہے اور ان کے قریبی ساتھیوں سے معلوم پڑا ہے کہ اب وہ اس سے لاتعلق ہیں۔

علامہ سیّد ریاض حسین شاہ صاحب (ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان) کے حوالے سے بھی کئی باتیں گردش میں ہیں۔ سُنید ہے کہ اُنھوں نے علما کی ایک مجلس میں اپنی سابقہ باتوں سے رُجوع اور توبہ کرلی ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو!

یاد رکھیں! جب بھی کچھ لوگ بے دھیانی میں یا جاننے کے باوجود صحابہ کرام ایسی بڑی ہستیوں کے بارے میں نامناسب باتیں کر جاتے ہیں، تو جواباً مصلحتاً کچھ لوگوں کو ان کی ذاتیاتی سرزنش کر کے ان کی غیرت کو اشتعال دلا کر اُنھیں یہ باور کرانا پڑتا ہے کہ جیسے آپ حضرات مجمع عام میں ان جلیل القدر شخصیات کی عزتیں اُچھالتے ہیں جس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور بلاریب نبی کریم ﷺ کے قلبِ اطہر کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے، تو چلو آپ کا ظرف بھی ماپ لیتے ہیں، ذرا دیکھیں تو سہی کتنے طوفان سمو سکتے ہیں آپ اس میں!!! لہٰذا جن حضرات پر اس قبیل سے کچھ بھی الزام ہوں کہ جن کا علاقہ کسی نہ کسی طرح عقائد سے متصل ہو وہ وضاحت طلبی پر تیدہ اور رنجیدہ نہ ہوا کریں، کیوں کہ جہاں صحابہ کی عزت کا سوال ہو وہاں اپنی نام کی عزت کو قربان کردینا چاہیے۔ ایسے لوگوں کے لیے دامن کی سیاہی دھونے کا بہترین طریقہ یہ ہے وہ اپنا وضاحتی بیان رُجوعی موقف تحریراً تفصیلاً شائع کردیں یا کوئی مضمون یا جامع تحقیق کتابی صورت میں پیش کر دیں۔ اگر طباعت کی بابت وہ کسی قسم کی رُکاوٹ محسوس کریں تو ہمارے ادارہ سے رجوع کریں!

ان شاء اللہ اہل سنت کی مؤید تحریریں اُن کے شایانِ شان شائع کی جائیں گی۔

ایک خوش گپی کی تجزی

تفضیلیت کو دعویٰ ہے کہ فرشِ گیتی پر اُن کے سوا اہل بیت رسول (پنج تن) کی کما حقہ منقبت سرائی کسی فرد بشر کے لیے ممکن نہیں ہے اور صحابہ تو ویسے ہی ان کے موضوع سے خارج ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے آپ کو اہل بیت کا اکلوتا وارث سمجھ بیٹھے ہیں۔ ایسے دعوے اور اس سوچ پر انھیں نظر ثانی کر لینی چاہیے۔ کیوں کہ ایسے خیالات اُن کی صحت کے لیے ہرگز اچھے ثابت نہیں ہو سکتے۔ ایسے خوش خیال حضرات کو ہمارا پیغام ہے کہ صحابہ کرام کی عظمت ورفعت اور ان کے دفاع کے لیے تو ہم کام کی ابتدا تو کر ہی دی ہے۔ عن قریب ہم حضرات اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب اور اُن کے دفاع میں بھی کام شروع کر رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اُن کے معاملے میں غلو کرنے والوں کی بھی صحیح طرح سے خبر لیں گے۔ ہم ازواج رسول، پسرانِ رسول، بنات رسول، عترت رسول، اقربائے رسول وغیرہم من اہل البیت پر باضابطہ اول تا آخر تحقیقی کام منظر عام پر لائیں گے، اِن کے دن منائیں گے، ان کے نام کی محافل کرائیں گے، ان کے ناموں سے شعبہ جات کو منسوب کریں گے وغیرہ۔ اس لیے کہ ان سب کے بغیر یہ حلقۂ قدسیاں نامکمل رہتا ہے۔

اور ایک بات اچھے سے ذہن نشین کر لی جائے! اول تو ہم کسی کو راستہ نہیں دیں گے، لیکن اگر کسی ناصبی یا رافضی نے اس کش مکش کی آڑ لے کر اپنے مطلب کی فضا بنانے کی جسارت کی، تو یاد رکھو! سب سے پہلے ہمارا سنگ بار قلم اُس کی گناہ گار تحقیق کو رجم کرتا نظر آئے گا۔ نہ ہمیں رفض و تفضیل قبول ہے اور نہ خروج ونصب منظور۔ ان دونوں کا استیصال اہل سنت و جماعت کا طریق ہے اور یہی ہمارا مسلک ہے۔ اللہ! ہمیں اسی پہ موت دے!!

معاویات

''دار الاسلام'' نے حضرت سیدنا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے جملہ موضوعات کو مستقل شعبہ! ''معاویات'' قرار دے کر اس مضمون کے تمام سُنی تحریری و تحقیقی کام کو شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ چناں چہ جولائی ۲۰۱۲ء میں ادارہ نے (۱) ''مَن ہو معاویہ؟'': قاری محمد لقمان کی طباعت سے بسم اللہ ہو چکی تھی، اور یہ بغیر کسی منصوبہ سازی کے چھپی۔ سالِ نو ۲۰۱۳ء جنوری میں ۔ بحمد اللہ سبحانہ۔ ہمارے اس منصوبہ بند کام کا آغاز کتاب ہذا (۲ تا ۹) ''دفاع سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ الجواد الجلیل عنہ" (۲۰۱۳ء) کی طباعت سے ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ (۷) "البشارات العالیہ لمن احب سیدنا امیر معاویہ" معروف بہ "مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ": مولانا شفقات احمد نقش بندی مجددی زید علمہ وعمرہ، کی شان دار اشاعت بھی وقوع میں آچکی ہے۔ اب کے بار تازہ ترین تحفہ جو ہم پیش کریں گے اُس کا نقشہ کچھ یوں ہو سکتا ہے:

۸- شانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ......: علامہ ابو محمد سید دیدار علی شاہ قادری محدث الوری

۹- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی

۱۰- فضائل امیر معاویہ/ عماد الاسلام در ذکر امیر شام: مولانا وکیل احمد سکندر پوری

یہ رسالہ تاوقت تحریر دریافت نہیں کیا جا سکا۔ پہلا نام "مرآۃ التصانیف" ص ۲۲۷ سے لیا گیا ہے اور ناشر مطبع مجتبائی، دہلی لکھا ہے۔ جب کہ دوسرا نام پروفیسر اقبال مجددی صاحب نے فاضل سکندر پوری کے "رسائل در دفاع" کے مقدمہ میں ص ۱۰ پر ذکر کیا ہے۔

۱۱- فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی

۱۲- حیات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: پیر غلام دستگیر نامی

۱۳- شخصیت جناب امیر معاویہ (اختصار مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ): علامہ شفقات احمد نقش بندی

۱۴- فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مخالفین کا محاسبہ: مولانا محمد صدیق ضیا نقش بندی

۱۵- مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: مولانا ابو الکرم احمد حسین قاسم حیدری رضوی

۱۶- حضرت علی و امیر معاویہ کے درمیان جنگ کیا تھی؟ (ماخوذ از صحابہ کرام کی حقانیت): علامہ محمد شہزاد ترابی

یہاں اُن کتب کی فہرست بھی پیش خدمت ہے جو مسلسل چھپ رہی ہیں اور مارکیٹ میں دست یاب ہیں اور انھیں مکرر چھاپنے کی چنداں حاجت نہیں، تا آں کہ کسی کی طباعت ملتوی ہو جائے:

۱۷- دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ: مولانا محمد علی نقش بندی (۲ جلد)

۱۸- النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ: مولانا محمد نبی بخش حلوائی

۱۹- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر: مفتی احمد یار خان نعیمی

۲۰- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل حق کی نظر میں: سید محمد عرفان شاہ مشہدی

۲۱- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات (صرف العنان عن مطاعن معاویہ بن ابی سفیان): علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی

۲۲- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: مولانا مفتی فضل الدین نقش بندی

۲۳- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: پیر محمد مقبول احمد سرور

ان میں بڑے حجم کی کتابیں علاحدہ اور مختصر ضخامت کی مجموعہ کی شکل میں مختلف اداروں سے شائع کروائی جائیں گی۔ ان کے علاوہ (۲۴) القول الرضی: مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی نبیرۂ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ اور (۲۵) حلم معاویہ: امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نیز (۲۶) تطہیر الجنان: علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اُردو تراجم جاری ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

یہ صرف مطبوعہ اُردو مواد کی فہرس ہے، غیر مطبوعہ کم یاب اور عدم دست یاب یا عربی ودیگر زبانوں کی کتب اور اہل سنت کے علاوہ دوسرے مکاتب کے اہل قلم کی نگارشات کی فہرست کا یہاں اندراج نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازاں یونی ورسٹی مقالے بھی ہیں، چوں کہ اس وقت اکثر جامعات کے مقالات کی فہارس ہماری رسائی میں نہیں ہیں۔ لہٰذا کافی معلومات نہ ہونے کے باعث ہم یہاں ان کی تفصیل دینے سے قاصر ہیں۔ ان شاء اللہ الحلیم العظیم کسی اہم مقالے کی اشاعت کے ساتھ وہ سلکِ مروارید زینتِ قرطاس بنائی جائے گی۔

اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے ہر لحظہ نیا طور، نئی برقِ تجلی

تزکِ رضوی

اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت پاسبانِ عظمتِ اہل بیت وکیل اصحابِ رسول سیدنا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴ رسائل در فضائل حضرت امیر المسلمین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تصنیف فرمائے ہیں۔ ان رسائل کا آج تک کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ البتہ ان کی نشان دہی آپ کی ذاتی تحریرات سے ہوتی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱- البشری العاجلة من تحف اجلة (۱۳۰۰ھ)

۲- الاحادیث الراویة لمدح الامیر معویة (۱۳۰۳ھ)

۳- عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوك الاسلام

۴- ذب الاھواء الواھیة فی باب الامیر معویة (۱۳۱۲ھ)

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزت کے یہ رسائل اگر عالم کے کسی گوشے میں سلامت موجود ہوئے تو ان شاء اللہ تبارک وتقدس عزتِ صحابہ کی اس نئی تحریک کے برکت سے ایک دن ہم انھیں نکال لائیں گے اور انھیں پُرتپاک طور سے طبع کرکے اہل عالم کے لیے نشر کریں گے۔

ہمارے دوست محترم مولانا حامد علی علیمی زید علمہ وفضلہ نے اعلیٰ حضرت قبلہ کی کتب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق میسر مواد کو ایک مضمون میں ترتیب دے دیا ہے۔ ربِ کریم کا

کرمِ عظیم شاملِ حال رہا تو بہت جلد یہ مضمون طبع ہو جائے گا۔

رضا کے رسائل کی یہ دریافت رضا فروشی کا دھندا کرنے لیکن اُنؒ کے عقائد سے انحراف کرنے والوں کے گھروں میں کہرام مچا دیں گے، جس طرح کہ ''مطلع القمرین'' کی رونمائی نے ان کے آنگن میں ہل چل مچادی تھی۔ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

اِمتنان با اطمینان

حضرت امیر المومنین ملک المسلمین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب و دفاع میں رسائل کے اس مجموعہ کی اشاعت میں درج ذیل احباب نے مرکزی تعاون فرمایا۔

مولانا سید شاہ حسین گردیزی صاحب نے حضرت مولانا عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کا ترجمہ چھاپنے کا موقع دیا۔ اور فضیلۃ الشیخ مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری مدظلہ (بدایوں، انڈیا) اس کی کمپوزنگ فراہم کی اور دیباچہ بھی تحریر فرمایا۔

علامہ محمد اعظم سعیدی مدظلہ نے علامہ پرہاروی کے رسالہ کا ترجمہ طبع کرنے کا اذن عطا فرمایا۔ اور جناب عبد الاحد قادری صاحب نے ترجمہ کا قدیم نسخہ فراہم کیا۔

حضرت پیر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی زید کرمہ (سرگودھا) نے اپنے رسالہ کو چھاپنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور آپ کے حکم پر برادر طارق سعید قادری صاحب نے کمپوزنگ بھی ارسال فرمائی۔

مولانا عبد اللہ شمسی مدظلہ (جمعیت اشاعت اہل سنت، کراچی) نے نہایت کم وقت میں شیخ محمد حیات سندھی کے رسالہ کا ترجمہ کیا اور متن و ترجمہ کمپوز کر کے بھیج دیا۔

حافظ اظہر عباس شمس سیالوی مدظلہ نے حضرت علامہ محمد عبد الرشید جھنگوی رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی کمپوزنگ فراہم کی۔

اور متکلم اسلام کنز العلما سماحۃ الشیخ حضرت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب (امیر ادارہ صراط مستقیم پاکستان) نے ۵ جنوری ۲۰۱۳ء کو ''شانِ امیر معاویہ کی بار'' منعقد کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صیانتِ ناموس کی ایک نئی روایت ڈالی ہے، جس نے ہم ایسوں کو کام کرنے کا حوصلہ بخشا۔

فلک نے بھی سیکھے ہیں تیرے سے طور
کہ اپنے کیے پر پشیماں نہیں (آزردہ)

یہ کتاب بھی اسی مبارک موقع کی حشمت و درخشانی کی ارزانی کے لیے شائع کی جا رہی ہے۔

علامہ قاری محمد لقمان قادری صاحب مدظلہ کی مرحلہ وار تشویق اور مشاورت نے بڑا کام کیا۔

محبِ گرامی حسن محمد زاہد قادری کو اللہ شاد رکھے! انھوں نے ماہ دولت کی خواہش پر علامہ حافظ شفقات احمد نقش بندی مجددی دام اللہ ظلہ کی کتاب اپنے ادارے و الضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور سے چھاپ دی ہے۔ اللّٰھم زد فزد!

یوم اول عرس حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
منگل وار ۱۸ صفر ۱۴۳۴ھ / یکم جنوری ۲۰۱۳ء

راقم: محمد رضاءالحسن قادری
مدیر دائرۃ الاسلام، لاہور

فہرسِ رسائل

۱ رسالہ فی فضل معاویہ: شیخ محمد حیات سندھی
مترجم: مولانا محمد عبداللہ فہیمی سندھی 17

۲ تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ: مولانا عبدالقادر بدایونی
ترجمہ: اختلافِ علی و معاویہ: علامہ سیّد شاہ حسین گردیزی 22

۳ حضرت سیّدنا امیر معاویہ کے بارے کیے گئے چند سوالات کے جوابات:
علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی 66

۴ صافیہ لما وقع بین علی و معاویہ: پیر سائیں غلامِ رسول قاسمی 91

۵ الناھیہ عن طعن امیر المومنین معاویہ: علامہ عبدالعزیز پرہاروی
ترجمہ: معترضین اور حضرت امیر معاویہ: علامہ محمد اعظم سعیدی 137

رسالہ فی فضل معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف علامہ محدث فقیہ شیخ محمد حیات سندھی سوئی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1163ھ)

مترجم: مولانا محمد عبداللہ فہیمی سندھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم علمہ الکتاب والحساب وقہ العذاب۔

اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا!

(مسند الامام احمد بن حنبل رقم الحدیث:27.17152/383)

اور طبرانی نے اوسط میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا:

اللھم اھدہ بالھدی وجنبہ الردی واغفر لہ فی الآخرۃ والاولی۔

اے اللہ! اسے ہدایت کے طرف رہنمائی فرما، اور ہلاکت سے بچا، دنیا اور آخرت میں اس کی مغفرت فرما دے! (المعجم الاوسط رقم الحدیث:1.1838/498)

اور طبرانی نے ثقہ رجال کے ساتھ روایت کی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اشھدوا معاویۃ امرکم فانہ قوی امین۔

اپنے امور میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گواہ بناؤ، بے شک وہ طاقت ور اور امانت دار ہے۔

(البحر الزخار رقم الحدیث:8.3507/433 مسند الشامیین رقم الحدیث:2.1110/161)

اسی طرح طبرانی نے اوسط میں کیا ہے: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی کہ

اللهم علمه الكتاب و الحساب و مكنه فى البلاد وقه سوء العذاب.
اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما، اور اسے شہروں کی حکومت عطا فرما اور اسے بُرے عذاب سے بچا۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث:18،628/252)

اسی طرح طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کی:

یا محمد استوص معاوية فانه امين على كتاب الله و نعم الامين هو.
یا رسول اللہ! معاویہ کے حق میں وصیت فرمایئے، بے شک وہ اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور عمدہ امین ہیں۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:3،3902/73)

اسی طرح طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله و رسوله يحبان معاوية.
بے شک اللہ اور اس کا رسول معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب ما جاء فی معاویۃ بن ابی سفیان، رقم الحدیث:9،15923/441)

اسی طرح طبرانی نے عوف بن مالک سے روایت فرمائی ہے کہ بے شک انھوں نے خواب میں دیکھا کہ معاویہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:18،686/307)

اسی طرح طبرانی نے اعمش سے روایت کی ہے کہ اگر تم معاویہ کو دیکھتے تو البتہ ضرور کہتے کہ یہ مہدی ہیں۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:18،691/308)

اور طبرانی نے مضبوط سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قتلاى و قتلى معاوية فى الجنة.
میرے اور معاویہ کے درمیان جنگ کے مقتولین جنتی ہیں۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث:18،688/307)

اسی طرح طبرانی نے صحیح رجال کی سند کے ساتھ ابو درداء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔ (مسند الشامیین، رقم الحدیث:1،282/168)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ (ابن عباس) رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے حق میں فرمایا: بے شک یہ فقیہ (مجتہد) ہیں اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب ذکر معاویۃ رقم الحدیث:3764، 2/479)

اسی طرح امام بخاری روایت کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب ذکر مناقب الحسن والحسین، رقم الحدیث:3746، 2/476)

پس تحقیق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت کے درمیان صلح واقع ہوئی ہے۔ پس یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سچی گواہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی جماعت اسلام پر تھی۔

اسی طرح امام مسلم نے روایت فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ.

مسلمانوں کے تفریق کے وقت دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگی وہ اس فرقہ کو قتل کرے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب ذکر الخوارج و صفاتھم، رقم الحدیث:3423، ص 475)

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اقرب الطائفتین من الحق.

یعنی دو جماعتوں میں سے جو اس کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب ذکر الخوارج و صفاتھم، رقم الحدیث:3426، ص 476)

پس میں کہتا ہوں کہ قتل کرنے والا گروہ جو تھا وہ جماعت تھی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا، اور رہا دوسرا گروہ تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی۔ پس یہ ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت بھی حق پر تھی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت حق سے

زیادہ قریب تھی۔

اسی طرح ترمذی نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ۔

اے اللہ! معاویہ کو ہادی ،مہدی اور ذریعہ ہدایت بنادے۔

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیان، رقم الحدیث:526/4،3842)

اسی طرح ترمذی نے عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا: معاویہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا کرو! میں نے نبی کریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور اس کو ذریعہ ہدایت بنادے!

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیان، رقم الحدیث:527/4،3843)

پس میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے دعا مقبول ہوئی ہے۔ پس آپ نے حضرت معاویہ کے ذکر کو منع فرمایا، مگر یہ کہ بھلائی کے ساتھ کیا جائے اور اسی طرح یہ اس کے لیے بھی حکم ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔

امام بخاری نے ام حرام سے روایت فرمائی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا.

میری امت سے پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہے۔

ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ

يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَا فِيهِمْ؟

کیا میں بھی اس میں شامل ہوں گی؟

فرمایا:

أَنْتِ فِيهِمْ.

ہاں! تو بھی ان میں ہوگی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ.

میری امت کا وہ گروہ جو سب سے پہلے شہر قیصر میں لڑے گا اس کو بخش دیا گیا ہے۔

میں پوچھا کہ

أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللهِ.

کیا میں اس گروہ میں بھی شامل ہوں گی؟

فرمایا:

لَا.

نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد و السیر باب ما قیل فی قتال الروم رقم الحدیث:2924 .2/253)

دوسری روایت میں ہے کہ پس وہ اپنے شوہر کو لے کر عبادہ بن صامت کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے نکلی۔ یہ پہلے ہیں جنھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب فضل من یصرع فی سبیل اللہ فمات فہو منہم رقم الحدیث:2800 .2/223)

پس اوجبوا کے قول سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی، نجات، بخشش اور کامیابی مراد ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو کہ معاویہ اور اس کی جماعت جو اس جنگ میں شریک تھے ان سب کے لیے جنتی کی گواہی ہے اور یہ شرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا وہ غبار جو حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے ہزار گنا افضل ہے۔ (وفیات الاعیان 3/33)

پس مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ صحابہ سے امیر معاویہ اور ان کے مثل دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر ہی کرے۔ اور جو صحابہ کا اختلاف مروی ہے مناسب نہیں ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے۔ ان کا یہ معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد ہے، بے شک وہی مہربان اور معاف فرمانے والا ہے۔

تمّت الرسالة

اِختلافِ علی و معاویہ رضی اللہ عنہما

ترجمہ تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ

مصنفہ تاج الفحول حضرت شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

مترجم: علامہ سیّد شاہ حسین گردیزی

عنوانات

ابتدائیہ: مولانا اسید الحق قادری
استفتا
محاربین کے تین گروہ
ائمہ دین کے اقوال
حضرت حسن کی دست برداری کی اصل وجہ
صحابی کا مرتبہ
خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟
خون بہا میں تاخیر کا سبب
امام غزالی کا نقطۂ نظر
ایک شبہہ کا ازالہ
امام شعبی پر اعتراض کا جواب
مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم
آخری گذارش
سبب تالیف
الجواب
صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق
دونوں گروہ مسلمان تھے
حضرت معاویہ کے لیے دعا
قطعیت اور ظنیت میں فرق
خلافت حضرت معاویہ
اختلاف صحابہ
عمر بن عبدالعزیز کا خواب
مولانا جامی پر اعتراض
حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے
لعنت یزید
تصدیقات علمائے بدایوں

ابتدائیہ

حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی کا شمار تیرھویں صدی میں برصغیر کے اجلۂ علما میں ہوتا ہے۔ اپنے زمانے میں آپ امام وقت، مرجع علما، افقہ زمانہ، کاروانِ سنیت کے علم بردار اور قافلۂ تصوف وسلوک کے سالار تھے۔

آپ کی ولادت بدایوں کے مشہور عثمانی خانوادے میں ۱۷؍ رجب ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء کو ہوئی، سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی آپ کے والد ماجد اور حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید قادری آپ کے جد محترم ہیں۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل جد محترم اور والد ماجد کے زیر سایہ طے کیے، معقول ومنقول کی اعلیٰ تعلیم استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد عثمانی بدایونی اور استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی کی درس گاہوں سے حاصل کی۔ مسند المحدثین الشیخ جمال حنفی مکی سے مکہ مکرمہ میں حدیث سماعت کر کے اجازت اور سند حدیث حاصل کی۔

اپنے والد حضرت سیف اللہ المسلول سے اخذ بیعت کیا اور آپ کی زیر نگرانی سلوک کی منزلیں طے کیں، تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

والد ماجد کے حکم اور اجازت سے مدرسہ قادریہ کی مسند درس وتدریس کو رونق بخشی، ایک زمانہ آپ کی درس گاہ سے فیض یاب ہوا، حافظ بخاری سید شاہ عبدالصمد سہسوانی اور استاذ العلما علامہ محب احمد قادری بدایونی جیسے اپنے زمانے کے اجلہ علما آپ کے تلامذہ ومستفیدین میں شامل ہیں۔

احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ والد محترم سے ورثے میں پایا تھا، اپنے زمانے میں اٹھنے والے بدعقیدگی، گم راہی اور گم راہ گری کے تمام فتنوں کے مقابلے میں مسلک اہل سنت اور عقیدہ حقہ کی حفاظت ودفاع کا فریضہ ایسے حسن وخوبی سے انجام دیا کہ معاصر علما ومشائخ کی نظر میں آپ کا قرب، آپ سے نسبت اور آپ کی محبت سنیت کی علامت قرار پائی۔ نورالعارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

> ''ہمارے دور میں سنیت کی شناخت محبت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے، ہرگز کوئی بدمذہب ان سے محبت نہ رکھے گا۔''

(تذکرۂ نوری، غلام شبر قادری، ص ۲۹، سنی دار الاشاعت لائل پور، پاکستان)

عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں آپ کی تصانیف کا ذخیرہ موجود ہے، جس میں بہت سی کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور بعض ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء بروز اتوار آپ نے وصال فرمایا، درگاہ قادری مجیدی بدایوں میں والد گرامی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

مرتب رسالہ حضرت سید حسین حیدر حسینی میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین) خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے چشم و چراغ تھے، جید عالم، واعظ شیریں بیاں، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف اور اپنے خانوادے کی روحانی روایات کے امین و وارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاج دار مارہرہ سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے، سید شاہ آل عبا بشیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العلما و حضرت احسن العلما کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مطہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چبوترے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (تاریخ خاندان برکات و مدائح حضور نور)

آپ کے پرپوتے حضرت سید اشرف میاں برکاتی کے بہ قول:

''آپ خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنھوں نے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا شروع کیا، اس سے پہلے احباب کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے انداز میں وعظ و تلقین کا رواج تھا۔'' (اہل سنت کی آواز مارہرہ جلد ۶ ص ۲۲۸، اکتوبر ۱۹۹۹)

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد و قیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے تاج الفحول کے رسالہ ''سیف الاسلام'' کا رد ''مطرقۃ الاسلام'' کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قنوجی صاحب کے جواب میں ''صمصام الاسلام'' لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا، اس عقیدت و محبت کی وجہ نسبت تلمذ کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ آپ کے نانا اور پیر و مرشد حضرت خاتم الاکابر نے اپنے اخلاف کو وصیت فرمائی تھی کہ دینی معاملات میں حضرت تاج الفحول سے مشورہ کریں اور ان کی رائے پر اعتماد کریں۔ (سراج العوارف ص ۷۹، تذکرۂ نوری ص ۲۹)

آپ اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا رہے، روافض کے عقائد اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے سلسلہ میں جب آپ کو حکم شرعی دریافت کرنا ہوا تو آپ نے حضرت تاج الفحول سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں زیرِ نظر رسالہ منظر عام پر آیا۔

یہ رسالہ ''**تصحیح العقیدة فی باب امیر معاویة**'' فارسی زبان میں محاربین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا، جس کو سید شاہ حسین حیدر صاحب برکاتی مارہروی نے ترتیب دے کر شائع کروایا، پہلی مرتبہ یہ رسالہ مطبع ماہتاب ہند، میرٹھ سے مارچ ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔

پاکستان کے حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی چشتی نے اس کا اُردو ترجمہ کیا اور ''اختلاف علی ومعاویہ'' کے نام سے محدث سورتی اکیڈمی، کراچی سے شائع کیا۔

۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے اس کو دوبارہ شائع کیا۔ ۲۰۰۹ء میں تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں نے حضرت تاج الفحول کے چار رسائل کا مجموعہ ''رد روافض'' کے نام سے شائع کیا تھا اس مجموعے میں بھی اس رسالے کو شامل کیا گیا۔ علامہ گردیزی صاحب نے طوالت کے خوف سے رسالے میں موجود عربی وفارسی عبارتیں درج نہیں کی تھیں صرف ان کے ترجمے پر اکتفا کیا تھا، اس تیسری اشاعت میں عربی وفارسی عبارتیں بھی درج کر دی گئیں ہیں اور ترجمے پر بھی نظر ثانی کر لی گئی ہے۔

اس رسالے میں بیان کیے گئے تمام عقائد جمہور اہل سنت کے منتخب عقائد ہیں، انہیں عقائد پر سوادِ اعظم اہل سنت کی بنیاد قائم ہے، ماضی میں بھی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں سوادِ اعظم کے انہیں عقائد اور اسی مسلک کی مبلغ وترجمان تھی اور آج بھی اس رسالے میں درج تمام عقائد کی صحت و حقانیت کے اعتراف کے ساتھ اسی مسلک سوادِ اعظم کی تبلیغ واشاعت اور ترجمانی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ فالحمد للہ

ربِّ قدیر ومقتدر سے دُعا ہے کہ اس رسالے کو مفید ونافع اور تاریک دلوں کے لیے نورِ ہدایت کا سامان بنائے۔ مصنف، مترجم اور ناشر کی اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے ان کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

اُسید الحق قادری

خانقاہ قادریہ، بدایوں۔ ۶ رصفر المظفر ۱۴۳۴ھ/ ۲۰ر دسمبر ۲۰۱۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الکریم الوہاب، و الصلوۃ و السلام علی من اوتی فصل الخطاب، سیدنا و مولانا محمد الشافع المشفع یوم الحساب، و علی الہ خیر ال و اصحابہ خیر اصحاب و علی سائر الاولیاء و الاحباب۔

سبب تالیف

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم دین متین کے فرائض و واجبات سے ہے اور ان کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع مبین کے لوازمات سے ہے کیوں کہ صحابہ کرام کی فضیلت سرور انام ﷺ کی احادیث اور خداوند ذوالجلال کی کتاب کی آیات سے ثابت ہے وہ اخبار مؤرخین جو سوے اعتقاد کی بنیاد ہیں بعض جاہل راویوں اور لعین رافضیوں سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذہب اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوے عقیدت ہی نہیں ان کے بارے میں استخفاف و اہانت آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس لیے میں نے صرف دین کے درد اور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علماے اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور اُن سے جواب لے کر افادۂ عام کے لیے اسے طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق عطا فرمائے اور اس کار خیر کا ثواب اس فقیر حقیر کو عطا فرمائے۔ (آمین)

اور اس رسالے کا نام ''تصحیح العقیدۃ فی باب امیر المعاویۃ'' رکھتا ہوں اور ناظرین سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اور غلطی و خطا سے درگزر فرمائیں گے۔

و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

فقط

فقیر سیّد حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی

استفتا

سوال: جمہور محققین اہل سنت و جماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب مرتضوی پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم کرنا یعنی لفظ "رضی اللہ عنہم" ان کے لیے لازم ہے یا طعن وتحقیر سے یاد کرنا اور کوئی شخص ان حضرات کی تحقیر سے اہل سنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

محاربین کے تین گروہ:۔

جمہور محققین اہل سنت کے مذہب مختار میں جیسا کہ عقائد، احادیث اور اصول کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے خاتم الخلفا، الراشدین حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس فتنے میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال ان تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما تھے جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبوبہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، ان کی غرض جدال وقتال نہ تھی بل کہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح پیش نظر تھی، لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی، ان تینوں حضرات کا رجوع معتمد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے، پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا تو اب جب ان حضرات نے رجوع کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقتہً درست نہیں ہے۔ جنگ صفین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص ہیں[1]۔ یہ دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل وقتال پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا اجتہادی کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب الانکار ہے۔

1- امام عسقلانی "تقریب التہذیب" جو کہ اسماء الرجال کی معتبر کتاب ہے، میں فرماتے ہیں:
"عمرو بن عاص ابن وائل مشہور صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ والے سال مسلمان ہوئے۔ دو بار مصر کے حاکم بنائے گئے، آپ ہی نے مصر فتح کیا اور وہیں انتقال فرمایا۔"

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق:۔

ان حضرات پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ ان حضرات پر لفظ باغی کا اطلاق درست ہے، لیکن جمہور اہل سنت کے مذہب میں ان کی تعظیم وتکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری ولازمی ہے اس لیے شرعاً وہ بغاوت وخطا جو عمداً واقع نہ ہوئی ہو فسق وعصیان کو مستلزم نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاُ وَ النِّسْیَانُ (میری اُمت سے خطاء ونسیان کو اُٹھالیا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطا میں معاف ہیں یوں کہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عند اللہ ماجور ہیں، اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم وتکریم سے رُکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اخواننا بغوا علینا (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل ''احیاء العلوم''، ''یواقیت''، ''شرح فقہ اکبر''، ''مرقاۃ شرح مشکوۃ''، ''مجمع البحار''، ''صواعق محرقہ'' اور ''شفا'' قاضی عیاض میں دیکھنا چاہیے۔

اور وہ جو متاخرین شیعہ وسنی کی بعض کتب مناظرہ میں آتا ہے ان کی بنا تاریخی واقعات اور مبہم ومجمل الفاظ ہیں جنھیں تسلیم وتنزل کے طور پر سلف کی تصریحات عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اور ان پر اعتقاد کا مدار نہیں ہے۔ جمہور محققین حضرات صوفیہ، محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب مختار یہی ہے اور اس کا انکار کھلی گمراہی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال:۔

یہاں پر بعض ائمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کیے جاتے ہیں:

امام عسقلانی ''تقریب التہذیب'' میں حضرت معاویہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابو سفیان کے بارے میں فرماتے ہیں:

ابن صخر بن حرب بن امیۃ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف الاموی ابو سفیان صحابی شھیر اسلم عام الفتح وفات سنۃ اثنین و ثلاثین۔

ابوسفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف الاموی ابوسفیان مشہور صحابی ہیں، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ زرقانی ''شرح مواہب'' میں حضور ﷺ کے کاتبوں کے ذیل میں حضرت ابوسفیان کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلم فی الفتح و کان من المؤلفة ثم حسن اسلامه و روی عن النبی ﷺ و عنه ابنه معاویة و ابن عباس۔

فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، پہلے مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، پھر بہترین مسلمان ہو گئے، احادیث رسول ﷺ کی روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے۔

اور اسی میں ہے کہ

معاویة بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیة الاموی ابو عبد الرحمٰن الخلیفة صحابی اسلم قبل الفتح و کتب الوحی و مات فی رجب سنة ستین و قد قارب الثمانین۔

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ الاموی ابوعبدالرحمٰن الخلیفہ صحابی تھے۔ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، کاتب وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ تقریباً اسّی سال عمر تھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا کہ

عن ابن ابی ملیکة قال اوتر معاویة رضی الله عنه بعد العشاء برکعة و عنده مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال ای ابن عباس دعه فانه قد صحب رسول الله ﷺ۔

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے عشا کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ آپ کے پاس ابن عباس کے ایک غلام بھی موجود تھے جب حضرت ابن عباس تشریف لائے تو انھوں نے یہ بات آپ سے بیان کی، اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''انھیں چھوڑ یے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔''

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا:

انه فقیه الحدیث۔ (یہ حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں)

تو اب صحیح بخاری کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن عباس کے ارشاد کے مطابق آپ کا

صحابی وفقیہ ہونا اور آپ پر اعتراض سے رُکنا ثابت ہو گیا۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہٗ جو علمائے ظاہر و باطن کے امام ہیں، اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں جو کہ فن تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتی فرماتے ہیں کہ

اعتقاد اھل السنۃ تزکیۃ جمیع الصحابۃ و الثناء علیھم کما اثنی اللہ سبحانہ تعالٰی و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما جرٰی بین معاویۃ و علی کان مبنیًا علی الاجتھاد۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور اُن کی ایسی تعریف و توصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' میں مشائخ کرام کے عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کیے ہیں، آپ اس میں آپ فرماتے ہیں:

المبحث الحادی و الاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابۃ و وجوب اعتقاد انھم ماجورون و ذلک لانھم کلھم عدول باتفاق اھل السنۃ سواء من لابس الفتن و من لم یلابسھا کل ذلک احسانًا للظن بھم و حملھم فی ذلک علی الاجتھاد فان تلک الامور مبناھا علیہ و کل مجتھد مصیب و ان المصیب واحد و المخطی معذور ماجور قال ابن الانباری لیس المراد بعدالتھم ثبوت العصمۃ لھم و انما المراد قبول روایاتھم فی احکام دیننا من غیر تکلف بحث عن اثبات العدالۃ و طلب التزکیۃ و لم یثبت لناشی یقدح فی عدالتھم فنحن علی استصحاب ما کانوا علیہ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یثبت خلافہ و لا التفات الی ما یذکرہ بعض اھل السیر فان ذلک لایصح و ان صح فلہ تاویل صحیح و کیف یجوز الطعن فی حملۃ دیننا فنحن لم یاتنا خبر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الا بواسطتھم فمن طعن فی الصحابۃ طعن فی نفس دینہ فیجب سد الباب جملۃ لا

بینهما الخوض فی معاویة و عمرو بن العاص و اخر بها و لا ینبغی الاغترار بما نقله بعض الروافض من اهل البیت من کراهتهم فان مثل هذه المسئلة نزعها دقیق و لا یحکم فیها الا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فانها مسئلة نزاع بین اولاده و اصحابه رضی الله عنهم قال الکمال بن ابی شریف و لیس المراد بما شجر بین علی رضی الله تعالیٰ عنه و معاویة رضی الله عنه المنازعة فی الامارة کما توهمه بعضهم و انما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان کان رای علی ان تاخیر تسلیمهم اصوب اذا المبادرة یؤدی الی اضطراب امر الامة و رای معاویة الی ان المبادرة للاقتصاص منهم اصوب فکل منهما مجتهد ماجور فهذا هوالمراد بما شجر بینهم۔

اکتالیس ویں بحث مشاجرات صحابہ میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں۔

اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عنداللہ ماجور ہیں اور بہ اتفاق اہل سنت تمام صحابہ عادل و منصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں بُرے گمان کا حساب لیا جائے گا اس لیے کہ ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دو اجر پائے گا اور مخطی معذور و ماجور ہوگا۔

ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت سے ان کی عصمت کا ثبوت مراد نہیں بل کہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بحث کے تکلف میں پڑے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے، اگر کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی صحبت رسول کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لیے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہو سکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین لے کر ہم تک پہنچانے والوں) پر طعن کریں۔ ہمیں رسول اللہ سے جو

کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اُس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں بل کہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو نکیر بعض روافض سے منقول ہے اس کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جائے کیوں کہ ان حضرات کا یہ جھگڑا بڑا دقیق ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور علیہ السلام کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لیے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت و امارت کا استحقاق نہیں تھا بل کہ اختلاف منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا جلدی سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تعجیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عند اللہ ماجور و مثاب ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا منشائے اختلاف یہی تھا۔

غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی ''غنیۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں:

و اما قتاله الطلحة و الزبير و عائشة و معاوية رضوان الله تعالى عليهم اجمعين فقد نص الامام احمد رحمة الله تعالى عليه على الامساك عن ذلك و جميع ماشجر بينهم من منازعة و منافرة و خصومة لان الله تعالى يزيل ذلك من بينهم يوم القيامة كما قال عز من قائل: و نزعنا ما فى صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين و لان عليا رضى الله عنه كان على الحق فى قتاله لانه كان يعتقد صحة امامته على مابينا من اتفاق اهل الحل و العقد من الصحابة رضى الله عنهم على امامته و خلافته فمن خرج عن ذلك و ناصبه حربا كان باغيا خارجًا على الامام فجاز قتاله و من قاتله من معاوية و طلحة و الزبير رضى الله عنهم طلبوا ثار عثمان بن عفان رضى الله عنه خليفة حق المقتول ظلمًا و الذين قتلوه كانوا فى عسكر على رضى

الله عنه فكل ذهب الي تاويل صحيح فاحسن احوالنا الامساك في ذلك و امرهم الى الله عزوجل و هو احكم الحاكمين و خير الفاصلين و الاشتغال بعيوب انفسنا و تطهير قلوبنا من امهات الذنوب و ظواهرنا من موبقات الامور و اما خلافة معاوية بن ابی سفيان رضی الله عنه فثابتة صحيحة بعد موت علی رضی الله تعالیٰ عنه و بعد خلع الحسن بن علی نفسه من الخلافة و تسليمها الی معاوية رضی الله عنه لرای راه الحسن رضی الله عنه و مصلحة عامة تحققت له و هی حقن دماء المسلمين و تحقيق لقول النبی صلی الله علیہ وسلم فی الحسن رضی الله عنه ابنی هذا سيّد يصلح الله بين فئتين عظيمتين من المسلمين فوجبت امامته بعقد الحسن له فسمی عامه عام الجماعة لارتفاع الخلاف بين الجميع و اتباع الكل لمعاوية لانه لم يكن هناك منازع ثالث فی الخلافة و خلافة مذكورة فی قول النبی صلی الله علیہ وسلم و هو ماروی عن النبی صلی الله علیہ وسلم تدور رحی الاسلام خمسا و ثلثين سنة او ستا و ثلثين او سبعًا و ثلاثين و المراد بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدين و الخمس سنين الفاضلة عن الثلاثين فهو من جملة خلافة معاوية الٰی تمام تسعة عشرة سنة و شهور لان الثلاثين كملت لعلی رضی الله عنه علی ما بينا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین، جھگڑوں، نفرتوں اور دشمنی پر کف لسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرمادے گا جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی ہے: و نزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اُسے ہم دور کریں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آمنے سامنے تختوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علی حق پر تھے کیوں کہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام میں اہل حل وعقد اتفاق فرما چکے تھے،

اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اُتارا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ خلیفہ برحق حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کر رہے تھے جن کو ظلماً قتل کیا گیا تھا۔ سب کے قاتل حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی، ہمارے لیے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ہے۔ ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے، وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے لیے عیوب سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اور رہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت حسن کی خلافت سے دست برداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ غور و فکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پر پورے اتر آئے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ 'میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت واجب ہو گئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو ''عام الجماعت'' (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لیے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعوے دار تھا بھی نہیں۔

حضرت معاویہ کی خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال تک چلتی رہے گی'' اس حدیث میں چکی سے مراد دین کی قوت ہے اور تیس سال سے پانچ سال جو زائد ہیں ان سے حضرت معاویہ کے انیس سالہ زمانہ خلافت کے پانچ سال مراد ہیں، کیوں کہ تیس سال حضرت علی کی خلافت تک مکمل ہو چکے تھے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة علی وجوب الکف فیما شجر بینهم و الامساک عن مساویھم و اظھار فضائلھم و محاسنھم و تسلیم امرھم الی اللہ عزوجل علی ما کان و جری اختلاف علی و طلحۃ و الزبیر و عائشۃ و معاویۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین علی ما قدمنا بیانہ و اعطاء کل ذی فضل فضلہ کما قال اللہ عزو جل: و الذین جاء وا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رء وف رحیم۔ و قال اللہ: تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت و لکم ما کسبتم و لا تسئلون عما کانوا یعملون۔

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اوران کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہےاوران کے فضائل ومحاسن کا اظہار کرنا اوران کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہےاور ہر صاحب فضل کواس نے حصہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

''اور وہ لوگ جوان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم کو بخش دےاور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے۔''

اوراللہ تعالیٰ ایک اور مقام پرارشادفرماتا ہے:

''یہ ایک جماعت جوگزرچکی ان کا کیاان کے سامنے آئے گااور تمھارا کیا تمھارے سامنے آئے گااور جو کچھ وہ کرتے رہےان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی۔''

''غنیۃ الطالبین'' میں حضور غوث اعظم نے اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں یہاں ہم ان میں سے کچھ نقل کر رہے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔

جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو!

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

و ایاکم و ما شجر بین اصحابی فلو انفق احدکم مثل احد ذھباً ما بلغ مد احدھم و لا نصفه۔

میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہو! تم میں اگر کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کردے تو ان جیسا ثواب نہیں پا سکتا بلکہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیه لعنة اللّٰه۔

میرے صحابہ کو دشنام (گالی) نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت اُنس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

طوبٰی لمن رانی و من رای من رانی۔

اس آدمی کے لیے خوش خبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت اُنس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان اللّٰه عزوجل اختارنی و اختار لی اصحابی فجعلھم انصاری و جعلھم اصھاری و انه سیجی اٰخر الزمان قوم ینقصونھم الا فلا تواکلوھم الا فلا تشاربوھم الا فلا تناکحوھم الا فلا تصلوا معھم و لا تصلوا علیھم علیھم حلت اللعنة۔

بے شک اللہ تعالٰی نے مجھے پسند کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کو، پس انھیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا، عن قریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار! ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا، ان پر لعنت مسلط ہو گئی۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ۔

جن لوگوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اطلع اللہ علی اھل بدر فقال: اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔

اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا: میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے، اب جو چاہو کرو!

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاؤ گے۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

من مات من اصحابی بارض جعل شفیعًا لاھل تلک الارض۔

میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شفیع ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اصحاب رسول کی اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا ہو وہ اہل ہوا میں شامل ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ

و من توقیرہ ﷺ و برہ توقیر اصحابہ و برھم و معرفۃ حقھم و الاقتداء بھم و حسن الثناء علیھم و الامساک عما شجر بینھم و معاداۃ من عاداھم و الاضراب عن اخبار المؤرخین و جھلۃ الرواۃ و ضلال الشیعۃ و المنۃ عین الفادحۃ فی احد منھم و ان یلمس لھم فیما نقل من مثل ذلک فیما کان بینھم من الفتن احسن التاویلات و یخرج اصوب المخارج انھم اھل لذلک و لا یذکر احد منھم بسوء و لا یغمض علیہ امرًا بل یذکر حسناتھم و فضائلھم و حمید سیلھم

و یسکت عما وراء ذلک کما قال :اذا ذکر اصحابی فامسکو۔

حضو ﷺ کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے اسی طرح ان کی اقتدا کرنی،عمدہ الفاظ میں تعریف وتوصیف کرنی اور ان کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، مؤرخین کے اقوال گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سروپا روایتوں سے احتراز کرنا اور ان کے آپس کے جھگڑوں اور اختلاف کو اچھی تاویلات پر محمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل بھی ہیں۔اسی طرح انھیں برائی سے یاد نہ کرے بل کہ ان کے حسنات اور فضائل بیان کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو!

آگے مزید فرماتے ہیں:

قال رجل للمعافی ابن عمران ابن عمر بن عبد العزیز عن معاویة فغضب و قال لایقاس باصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد معاویة صاحبه و صهره و کابته و امنه علی وحیه الخ

ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عبدالعزیز کے سامنے حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔حضرت معاویہ صحابی ہیں، رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں، کاتب رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب الزکوۃ میں فرماتے ہیں کہ

الروایات صریحة فی ان علیا رضی اللہ عنه کان هو المصیب الحق و الطائفة الاخری اصحاب معاویة کانوا بغاةً متاولین و فیه التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان و لا یفسقون و هذا مذهبنا و مذهب موافقینا۔

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علی حق وصواب پر تھے اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ان سے بغاوت کی تھی اور اسی میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں

گروہ مومن ہیں اور اس جدال وقتال سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے اور فاسق بھی نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا اور ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

اسی شرح مسلم کی کتاب الفتن میں امام نووی فرماتے ہیں:

و اعلم ان الدماء التی جرت بین الصحابة رضی اللہ عنہم لیست بداخلة فی ھذا الوعید و مذھب اھل السنة و الحق احسان الظن بھم و الامساك عما شجر بینھم و تاویل قتالھم و انھم مجتھدون متاولون لم یقصدوا معصیة و لا محض الدنیا بل اعتقد کل فریق انه الحق و مخالفه باغ فوجبت علیه قتاله لیرجع الی امر اللہ و کان بعضھم مصیباً و بعضھم مخطیاً معذوراً فی الخطاء لان اجتھاد المجتھد اذا اخطا لا اثم علیه و کان علی رضی اللہ عنه ھو الحق المصیب فی تلك الحروب ھذا مذھب اھل السنة۔

جاننا چاہیے کہ وہ خوں ریزی جو صحابہ ﷺ کے مابین واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال وقتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے۔ انھوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا وحرص کے لیے نہیں کیا بلکہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے اس صورت میں قتال واجب تھا تا کہ مخالف گروہ کو اللہ کے راستے کی طرف واپس پھیر دیا جائے چناں چہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض مخطی تھے، لیکن معذور فی الخطا تھے اس لیے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علی کا اجتہاد مصیب اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی حدیث پاک ''یا عمار تقتلك فئة الباغیة'' (اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

قال العلماء: ھذا الحدیث حجة ظاھرة فی ان علیاً کان محقا مصیباً

و الطائفة الاخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم لذلك كما قد مناه في مواضع۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی اصابت اور حق پر ہونے اور دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے چوں کہ دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس لیے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں توقیر صحابہ اور جاہل مؤرخین کی منقولہ روایات طعن و تشنیع سے عدم التفات کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ

و ما وقع بينهم من المنازعات و المحاربات فله محامل و تاويلات و هو ان كلا اداه اجتهاده الى ان الحق ما فعله فتعين عليه و ان كان اخطاء كمعاوية مع على فانه مصيب باتفاق اهل الحق و معاوية ماجور و ان اخطا۔

ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور تاویلات ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا کیا، اگر چہ اس میں غلطی بھی ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا حالاں کہ با اتفاق اہل حق حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی کے باوجود عند اللہ ماجور ہیں۔

علامہ زرقانی اسی شرح مواہب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں:

منها ان اصحابه كله عدول بتعديل الله تعالى و تعد يله عليه السلام لظواهر الكتاب نحو: محمد رسول الله و الذين معه الأية، و السنة فتقبل رواياتهم كما نص عليه ابن الانبارى و غيره و اشار اليه بقوله فلا يبحث عن عدالة احد منهم فى شهادة و لا رواية كما يبحث عن سائر الرواة و غيرهم لانهم خير الامة و من طرء منهم قادح كسرقة و زنا عمل بمقتضاه و لكن لا يفسقون بما يفسق به غيرهم كما ذكره جلا المحلى فى شرح جمع الجوامع فتقبل رواياتهم و

شهاداتهم و لو وقعت کبیرة من بعضهم اقیم حدها۔
تمام صحابہ تعدیل الٰہی اور تعدیل حضور ﷺ کے ساتھ عادل ہیں جس کا ثبوت ظواہر کتاب وسنت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد رسول اللہ و الذین معہٗ الآیۃ، تو ان کی روایات قبول کی جائیں گی، علامہ ابن الانباری نے اس طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ دوسرے راویوں کی طرح ان کی شہادت اور روایت میں کسی کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ یہ خیر الامت ہیں اور جن حضرات سے چوری اور زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اُسے اقتضائے بشری پر محمول کیا جائے گا اور جس عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے اس عمل سے صحابہ کو فاسق نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ ایسے افراد کی روایت اور شہادت قبول کی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ مسلمان تھے:۔

علامہ زرقانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ

و فیه انه لم یخرج احد من الطائفتین فی تلک الفتنة بقول او عمل عن الاسلام اذ احدهما مصیبة و الاخری مخطئة و کل منهما ماجور۔

اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام سے خارج ہوا، مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا خطی تھا اور دونوں ہی اجر وثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دست برداری کی اصل وجہ:۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری باب علامات النبوۃ میں حدیث و لعل اللہ یصلح به فئتین من المسلمین (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ

فئتین ای الطائفتین طائفة معاویة بن ابی سفیان و طائفة الحسن و کانت اربعین الفا بایعوه علی الموت ، و کان الحسن احق الناس لهذا

الامر فدعاه ورعه الى ترك الملك رغبة فيما عند الله و لم يكن ذلك لعلة و لا لقلة و قوله من المسلمين دليل على انه لم يخرج احد من الطائفتين فى تلك الفتنة من قول او فعل عن الاسلام اذ احدى الطائفتين مصيبة و الاخرىٰ مخطئة ماجورة۔

فئتین سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے، جنھوں نے اُن کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن اُن کے ورع و تقویٰ اور رغبت مع اللہ نے انھیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کم زوری اور قلت لشکر کی وجہ سے نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی قولاً اور فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہے، لیکن عند اللہ دونوں ماجور و مثاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لیے دعا:۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعے ہدایت دے!''

اس حدیث کی شرح کے ضمن میں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لا ارتیاب ان دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن کان هذا حاله کیف یرتاب فی حقه۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

صحابی کا مرتبہ:۔

یہی ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ

سئل لابن المبارک ایھما افضل معاویة او عمر بن عبد العزیز فقال الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویة مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر من مثل عمر بن عبد العزیز کذا کذا مرة۔

اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور علیہ السلام کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔

قطعیت اور ظنیت میں فرق:۔

بحر المذاہب میں ہے کہ

اجمع اهل السنة و الجماعة علی وجوب تعظیم الصحابة و الکف عن ذکرهم الا بخیر لما ورد من الآیات و الاحادیث فی فضائلهم و مناقبهم و وجوب الکف عن الطعن فیهم عموماً۔

اہل سنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب، ان کی اچھی باتوں کے ذکر اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لیے کہ آیات و احادیث ان کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں ان حضرات کے بارے میں طعن و تشنیع سے زبان کو روکنا واجب ہے۔

وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو عمومیت کے ساتھ صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

و ما نقله ارباب السیر فی بعضهم کمعاویة و عمرو بن العاص و مغیرة بن شعبة و غیرهم رضی اللہ عنهم یغمض عنه و لا یسمع اذ فضل صحبتهم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعی و ما نقل ظنی فلا یزاحم القطعی و ایضاً فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذکر اصحابی فامسکوا و الواجب علی کل من سمع شیئاً من ذلک ان یلبث فیه و لا ینسبه الی

احدهم لمجرد رواية فی کتاب او سماعة من شخص بل لا بد ان یبحث عنه حتی یصح عنده نسبته الی احدهم فحینئذ الواجب ان یلتمس لهم احسن التاویلات اصوب المخارج اذهم اهل لذلک و ما وقع بینهم من المنازعات و المحاربات فله محامل و تاویلات۔

ارباب سیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے اس لیے کہ ان کی فضیلتِ صحبت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعی ہے اور ارباب سیر کے اقوال ظنی ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو اور جو آدمی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی اس قسم کی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کسی کتاب میں دیکھنے یا کسی شخص سے سننے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے، غور وخوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اُسے درست مخارج پر محمول کرے اس لیے کہ وہ اس (حسن ظن) کے اہل ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئیں ان کی تاویلیں ہیں۔

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟۔

اسی طرح صاحب بحرالمذاہب ائمہ دین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

فتلخص ان معاویة رضی اللہ عنہ لم یکن فی ایام علی رضی اللہ عنہ خلیفة و انما کان خلیفة حق و امام صدق بعد علی رضی اللہ عنہ عند تسلیم الحسن رضی اللہ عنہ امر الخلافة لہ و ان هذا التسلیم لم یکن اضطراریا بل اختیاریا و انہ لم یستحق الشین و الطعن و لا یباح لہ السب و اللعن فالطاعن فیہ مطعون طاعن فی نفسہ و دینہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ

برحق اور امام صادق مقرر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دست بردار ہونا اضطراری نہیں بل کہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے باز رہنا چاہیے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہیے ان پر طعنہ زن خود مطعون ہے بل کہ وہ اپنے نفس اور دین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی ''صواعق محرقہ'' میں فرماتے ہیں کہ

و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ان ماجرى بين على و معاوية من الحروب فلم يكن لمنازعة معاوية لعلى رضى الله عنه فى الخلافة للاجماع على حقيتها لعلى فلم تهيج الفتنة بسببها و انما هاجت بسبب ان معاوية و من معه طلبوا من على تسليم قتلة عثمان رضى الله عنه اليهم لكون المعاوية ابن عمه فامتنع على ظنا منه ان تسليمهم اليه على الفور مع كثرة عشائرهم يؤدى الى اضطراب و تزلزل فى امر الخلافة۔

یہ بات اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو لڑائیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ استحقاق خلافت میں نہ تھیں اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بل کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہونے کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قاتلین عثمان کو مانگتے تھے، حضرت علی انھیں سپرد کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان قاتلین کے رشتہ داروں کی کثرت کی وجہ سے ان کی فوری سپردگی سے اختلاف پھیلے گا اور نظامِ حکومت تہ و بالا ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ ابن حجر اسی ''صواعق محرقہ'' کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ايضًا ان معاوية رضى الله عنه لم يكن فى ايام على رضى الله عنه خليفة و غاية اجتهاده انه كان له اجر واحد و اما على رضى الله عنه فكان له اجران اجر على اجتهاده و اجر على اصابته بل عشرة اجور۔

اہل سنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے البتہ انھیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اجر صرف اجتہاد پر اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بل کہ دس اجر ملیں گے۔

خلافت حضرت معاویہ:۔

"صحیح بخاری" کی وہ حدیث جو پیچھے مذکور ہوئی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا، اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں فرماتے ہیں:

فكان توجيهه صلی اللہ علیہ وسلم لوقوع الاصلاح بين الفئتين من المسلمين فيه دلالة على صحة ما فعله الحسن رضى الله عنه و على انه مختار فيه و على ان تلك الفوائد الشرعية و هى صحة خلافة معاوية فالحق ثبوت الخلافة لمعاوية من حينئذ و انه بعد ذلك خليفة حق و امام صدق كيف و قد اخرج الترمذى و حسنه عن عبد الرحمن بن ابى عميرة الصحابى عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لمعاوية اللهم اجعله هاديا مهديا و اخرج احمد فى مسنده عن العرباض ابن سارية سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب و قه العذاب فتامل دعاء النبى صلی اللہ علیہ وسلم فى الحديث الاول بان الله يجعله هاديا مهديا الحديث حسن فهو مما يحتج به على فضل معاوية و انه لا ذم يلحقه بتلك الحروب لما علمت انها كانت بغية على اجتهاد لان المجتهد اذا اخطاء لايلام عليه و لا ذم يلحقه بسبب ذلك لانه معذور و لذا كتب له اجر و مما يدل بفضله ايضًا الدعاء له فى الحديث الثانى و لا شك ان دعاءه صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فعلمنا منه انه لا عقاب على معاوية فيما فعل بل له الاجر كما تقرر و قد سمى النبى صلی اللہ علیہ وسلم فئة مسلمين فدل على بقاء حرمة الاسلام و انهم فئتان

على حد سواء فلا فسق و لا نقص يلحق احد بهما لما قررناه و فئة معاوية و ان كانت باغية لكنه بغي لا فسق۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے درست ہونے کی دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہو گئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس روایت کو حسن قرارا دیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللھم اجعله هاديا مهديا (اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) اور امام احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا!“

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے یہ دعا فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی و مہدی بنائے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی کیوں کہ وہ جنگیں اجتہاد پر مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر معقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔ اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے دعا فرمارہے ہیں اور دعائے رسول یقیناً مستجاب و مقبول ہے چناں چہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انہیں اجر ملے گا۔ حدیث مذکورہ میں فئتين من المسلمين کا لفظ ہے جو ان کے اسلام کی بقا پر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں گروہ علاحدگی میں برابر ہیں کسی کی تفسیق و تنقیص درست نہیں۔ اگر چہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا، لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔
علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں فرماتے ہیں:

و اماما یستبحه بعض المبتدعة من سبه و لعنه فله فیه اسوة ای اسوة بالشیخین و عثمان و اکثر الصحابة فلا یلتفت لذلك و لا یقول علیه فانه لم یصدر الا من قوم حمقاء جهلاء فلعنهم الله و خذلهم اقبح اللعنة و الخذلان و اقام علی رءوسهم من سیوف اهل السنة ما وضح الدلائل و البرهان۔

یہ جو بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ "جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر لعنت بھیجی اس کے لئے طریقہ ہے۔" یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ ایسی باتیں اکثر جہلا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہوں اہل سنت کے واضح دلائل و براہین کی تلواریں ایسے لوگوں کے سروں پر لٹک رہی ہیں۔

خون بہا میں تاخیر کا سبب:۔

علامہ ابن ہمام "مسایرۃ" میں فرماتے ہیں:

و ما جری بین معاویة و علی رضی الله عنه کان مبنیًا علی الاجتهاد و لا منازعة من معاویة اذ ظن علی رضی الله عنه ان تسلیم قتلة عثمان مع کثرة عشائرهم و اختلاطهم بالعسکر یؤدی الی اضطراب امر الامامة خصوصًا فی بدایتها و التاخیر اصوب الی ان یتحققوا التمکن منه و یلتقطهم فان بعضهم عزم علی الخروج علیٌ و قتله لما نادی یوم الجمل بان یخرج عنه قتلة عثمان علی ما نقل فی القصة من کلام الاشتر النخعی ان صح۔ والله اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں، اجتہاد پر مبنی تھی۔ حضرت علی کا خیال تھا کہ قاتلانِ عثمان بڑے قبیلے والے ہیں اور فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کارروائی سامنے آتی ہے تو اس سے

نظام خلافت درہم برہم ہو جائے گا اس لیے تاخیر زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ ان پر مکمل کنٹرول نہ ہو جائے کیوں کہ اشتر نخعی سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی نے آواز دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علاحدہ ہو جائیں تو ان لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کر دی۔

اختلافِ صحابہ:۔

''شرح عقائد نسفی'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں ہے کہ

و ما وقع من المخالفات و المحاربات لم یکن من نزاع فی خلافة بل عن خطاء فی الاجتهاد۔

ان میں جو جنگیں اور مخالفتیں ہوئیں وہ استحقاقِ خلافت میں نہیں تھیں بل کہ خطائے اجتہادی تھی۔

علامہ خیالی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله بل عن خطاء فی الاجتهاد فان معاویة و حزابه بغوا عن طاعته مع اعترافهم بان افضل اهل زمانه و انه الاحق بالامامة بشبهة هی ترك القصاص عن قتلة عثمان رضی الله عنه۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعتراف کے باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حق دار ہیں قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے کے شبہہ میں بغاوت کر دی۔

ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں لکھتے ہیں:

لا تذکر الصحابة الا بخیر یعنی و ان صدر من بعضهم بعض مافی صورة شر فانه اما کان عن اجتهاد او لم یکن علی وجه فساد من اصرار و عناد بل کان رجوعهم عنه الی خیر معاوینا علی حسن الظن بهم بقوله علیه السلام: خیر القرون قرنی۔ و بقوله علیه السلام: اذا ذکر اصحابی فامسکوا و لذا ذهب جمهور العلماء الی ان الصحابة کلهم عدول قبل فتنة عثمان رضی الله عنه و علی رضی

اللہ عنہ و کذا بعدھا و لقولہ علیہ السلام اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ رواہ الدارمی و ابن عدی و غیرھما۔ قال ابن دقیق العید فی عقیدتہ مانقل فیما شجر بینھم و اختلفوا فیہ فمنہ ما ھو باطل و کذب فلا یلتفت الیہ و ما کان صحیحا اولناہ تاویلا حسنا لان الثناء علیھم من اللہ سابق و مانقل من الکلام اللاحق محتمل للتاویل و المشکوک و الموھوم و لا یبطل المحقق و العلوم۔

صحابہ کا ذکر خیر ہی کرو اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر شر نظر آتی ہیں تو وہ یا تو اجتہاد کی قبیل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے ان کا مقصد فساد و عناد نہیں بل کہ ان حضرات سے حسن ظن کی بنا پر خیر پر محمول کرنا چاہیے کیوں کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ''سب سے بہتر زمانہ میرا ہے'' اور مزید ارشاد فرمایا کہ ''جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو خاموش رہو!'' اسی لیے جمہور علما کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام قتل عثمان اور اختلاف علی و معاویہ کے پہلے بھی اور بعد بھی عادل ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جسے دارمی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔'' علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ ''مشاجرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں ایک باطل اور جھوٹ، یہ تو قابلِ اعتنا ہی نہیں اور دوسری صحیح روایتیں، ان کی اچھی اور مناسب تاویل کرنی چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف و توصیف فرما چکا ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یا منقول ہیں وہ قابل تاویل ہیں اس لیے کہ محقق و معلوم کو مشکوک و موہوم چیز باطل نہیں کر سکتی۔

ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں:

و اما ما وقع من امتناع جماعۃ من الصحابۃ عن نصرۃ علی رضی اللہ عنہ و الخروج معہ الی المحاربۃ و من محاربۃ طائفۃ منھم کما فی حرب الجمل و الصفین فلا یدل علی عدم صحۃ خلافتہ و لا علی تضلیل مخالفیہ فی ولایتہ اذ لم یکن ذلک عن نزاع فی حقیۃ امارتہ بل کان عن خطاء فی اجتھاد ھم حیث انکروا علیہ ترک القوم من

فتلة عثمان رضی اللہ عنه و المخطی فی الاجتهاد و لایضلل و لا یفسق علی ما علیه الاعتماد۔

اور یہ جو بعض صحابہ حضرت علی کی مدد ونصرت سے باز رہے، اور کچھ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے خروج کیا، جیسا کہ جنگ جمل وصفین میں ہوا تو اس چیز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گم راہی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اختلاف ونزاع آپ کی امارت وخلافت کے حق ہونے میں نہیں تھا بل کہ اختلاف قاتلانِ عثمان سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی اختلاف اجتہادی تھا، لہذا معتمد قول کے مطابق اختلاف کرنے والوں کو نہ گم راہ کہا جائے گا نہ فاسق۔

اسی ''شرح فقہ اکبر'' میں ہے کہ

و قد کان امر طلحة و الزبیر خطاء غیر انهما فعلا ما فعلا عن اجتهاد و کان من اهل الاجتهاد فظاهر الدلائل توجب القصاص علی قتل العمد و استیصال شان من قصد دم امام المسلمین بالاراقة علی وجه الفساد فاما الوقوف علی الحاق التاویل الفاسد بالصحیح فی حق ابطال المؤاخذة فهو علم خفی فاز به علی کما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال له انك تقاتل علی التاویل کما تقاتل علی التنزیل و قد ندما علی ما فعلا و کذا عائشة رضی اللہ عنها ندمت علی ما فعلت و کانت تبکی حتی تبل خمارها ثم کان معاویة رضی اللہ عنه مخطئًا الا انه فعل ما فعل عن تاویل فلم یصر به فاسقا و اختلف اهل السنة و الجماعة فی تسمیة باغیا فمنهم من امتنع من ذلك و الصحیح قول من اطلق لقوله علیه السلام لعمار: تقتلك الفئة الباغیة۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی سے جنگ کرنا تھا تو خطا مگر وہ حضرات مجتہد تھے، انھوں نے جو کیا اپنے اجتہاد کی بنیاد پر کیا۔ کیوں کہ دلائل شرع کا ظاہر قتل عمد پر قصاص کو واجب قرار دیتا ہے۔ نیز اس بات کو بھی واجب قرار دیتا ہے کہ جس نے فتنہ وفساد کے ذریعے امام المسلمین کا خون بہانے کی جرات کی اس کے

فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ رہی یہ آگاہی کہ تاویل فاسد مواخذہ (دنیا) اٹھا دینے میں (عندالشرع) تاویل صحیح کے مساوی ٹھہری ہے تو یہ وہ علم خفی تھا جو حضرت علی کے حصے میں آیا تھا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ "تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے" چناں چہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کیے پر نادم تھے اور حضرت عائشہ بھی پچھتاتی تھیں اور اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا، حضرت معاویہ بھی اگر چہ خاطی تھے مگر آپ نے جو کچھ کیا تاویل کی بنیاد پر کیا لہٰذا اس سے آپ فاسق نہیں ہوئے، اہل سنت و جماعت نے انھیں باغی کہنے میں اختلاف کیا بعض نے اس سے روکا، لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی "تکمیل الایمان" میں فرماتے ہیں:

و نکف عن ذکر الصحابة الا بخیر روش اہل السنت و جماعت آنست کہ صحابہ رسول را بجز خیر یاد نمی کنند ولعن وسب وشتم و اعتراض و انکار بر ایشاں نکنند و با ایشاں بہ راہ سوی ادب نروند از جہت نگاہ داشت صحبت آں حضرت ﷺ و ورود فضائل و مناقب ایشاں در آیات و احادیث عموماً۔

ہم صحابہ کا صرف ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کیا جائے۔ ان پر لعن طعن، تشنیع اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور ان سے سوے ادبی نہ کی جائے، کیوں کہ ان حضرات نے رسول اللہ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل و مناقب آیات و حدیث میں بہ کثرت موجود ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وازاں چہ از بعضی از ایشاں مشاجرات و محاربات و تقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی و رعایت ادب ایشاں نقل کنند بعد از تسلیم صحت آں اخبار ازاں اغماض ورزند و تغافل کنند و گفتہ نا گفتہ و شنیدہ نا شنیدہ انگارند زیرا کہ صحبت ایشاں با پیغمبر ﷺ یقینی است و نقل ہای دیگر ظنی وظن بایقین معارض نگردد و یقین بہ ظن متروک نگردد و بالجملہ سرحد دار السلام و سنہ با معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ و اشباہ و امثال ایشان است

ہر کہ بہ راہ اتباع مشائخ سنت و جماعت اود گو کہ زبان را از سب ولعن ایشان بر بند دو اگر چہ بہ جہت تصور بعضے امور کہ قدر مشترک از اں بسر حد تواتر رسیدہ است باطن را کدورتی و خاطر را وحشتی دست دہد باوجود او سلامت در انماض وکف از ایشانست در آثار آمدہ است کہ در غزوہ صفین شخصے را از جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزد حضرت امیر رضی اللہ عنہ اسیر کردہ آوردند یکے از حاضران بر حال وی ترحم آورد و گفت سبحان اللہ من می دانم کہ وے مسلمان بود مسلمان خوب بود حیف کہ آخر حال وے چنین شد حضرت امیر ولایت پناہ فرمودہ چہ گوئی کہ وی ہنوز مسلمان است وبالجملہ بے لعن در ایشاں اگر مخالف دلیل قطعی باشد کفر است چناں چہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وی از اں بہ نصوص قرآن ثابت است والا بدعت وفسق بود۔

بعض کی آپس میں مشاجرات ومحاربات اور اہل بیت رسول کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے اس میں اول تو تحقیق و تفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اُسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیوں کہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور روایات ظنی۔ چناں چہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔ چناں چہ سرحد دار السلام پر آباد حضرات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو لوگ مشائخ اہل سنت و جماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آ گیا اور کہنے لگا: سبحان اللہ! میں تو انھیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہو گئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو وہ تو اب بھی مسلمان ہیں۔

حضرات صحابہ کرام پر لعن وطعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جائے معاذ اللہ من ذلک ان کی طہارت نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت وفسق ہے۔

اسی میں آگے فرماتے ہیں:

وبعد از وی علی مرتضی خود متعین بود پس وے کرم اللہ وجہہ بہ اجماع اہل حل وعقد خلیفہ برحق وامام مطلق شد ونزاعے وخلافے کہ از مخالفان در زمان خلافت وی بہ وجود آمد نہ در استحقاق خلافت وحق امامت بود بل کہ منشای آں نفی وخروج وخطا در اجتہاد کہ تعجیل عقوبت قاتلان عثمان باشد بود پس معاویہ وعائشہ بر آں آمدند کہ زود عقوبت باید کرد علی وصحابہ دیگر بہ تاخیر آں رفتند۔

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (حق دار ہونے کی بناپر) خود بہ خود خلیفہ متعین ہو گئے۔ آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی طرف سے جو نزاع آپ کے دور خلافت میں ہوا وہ استحقاق خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا بل کہ اس بغاوت وخروج کا منشا اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو فوری سزا دینے کے حق میں تھے، اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اس میں تاخیر مناسب سمجھتے تھے۔

علامہ جمال الدین محدث "روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب" میں فرماتے ہیں:

پوشیدہ نماند کہ مخالفت ومخاصمت کہ میان بعضے از صحابہ واقع شدہ نزد اہل سنت و جماعت محمول بر این است کہ عن اجتہاد بود لاعن نفسانیت وہمہ آں ہا قابل تاویلات ومحامل صحیحہ است وبر تقدیر تسلیم کہ بعضی از محمل قویم وتاویلے مستقیم نباشد گوییم ایں مخالفات ومخاصمات منقول ست از ایشاں بہ طریق اخبار آحاد واکثر آں ہا اضعاف و جائزۃ الکذب است وصلاحیت معارضہ بہ آیات قرآنی واحادیث صحیحہ مشہورہ ندارد پس سزاوار آں است کہ بہ سبب آں اخبار جسارت بہ طعن اصحاب جناب نبوۃ مآب کہ آں طعن موجب جسارت است یوم یقوم الحساب نہ نمایند تا ابطال کتاب وسنت بہ اخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید واز تہدیدات ووعیدات کہ از صاحب شرع بہ ثبوت پیوستہ پر حذر باشد۔

واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت ومخاصمت اہل سنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بل کہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت ومخاصمت) کی تمام روایات تاویلات محامل صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض روایات ایسی بھی

ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جا سکتی، لیکن میں کہتا ہوں: اول تو یہ باتیں بہ طریق اخبار آحاد منقول ہیں، دوم یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں یہ روایات آیات قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان اخبار و روایات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ ان حضرات پر طعن و تشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر جھوٹوں کی خبروں سے کتاب و سنت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو وعیدیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ ابوالفضل تورپشتی ''المعتمد فی المنتقد'' میں توقیر صحابہ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ

وآں چہ مہم دین عموم مسلمانان است آنست کہ بہ نظر تعظیم بدیشاں نگرید و ہیچ حال زبان طعن در ایشاں دراز نکنند کہ رسول اللہ ﷺ امت را از یں فتنہ تحذیر کردہ است و گفتہ از خدا بترسید در حق اصحاب من پس از من ایشاں را نشانہ نکنید کہ بداں خدائے کہ در رائے جان محمد است ﷺ کہ اگر یکی از شما مثل کوہ احد زر خرچ کند یعنی در راہ خدا نیک مد طعامی کہ یکے از ایشان خرچ کردہ باشد نرسد بہ نیمہ آں، و شیطان از طریق ہوا و تعصب مردم را تسویل کند کہ خصومت ایشان مع بعضے از صحابہ رسول اللہ ﷺ از بہر دین است چہ ایشاں بعد از رسول ﷺ سیرت بگردانید ند و با یک دگر منازعت گردیدنا بجائے رسید کہ خوں ہا ریختہ شد و ایں مسلمان کہ بدیں فتنہ ہا مبتلا گشتہ است اول باید کہ بداند کہ از ایشاں آدمیان بودند نہ ملائکہ نہ انبیا کہ معصوم اند بل کہ خطا بر ایشان روا بود اگر چہ خدا تعالیٰ ایشاں را بہ شرف صحبت پیغمبر ﷺ گرامی کردہ بود بل یکے از ایشاں چوں در گناہے افتادے مصر نشدے وزود با حق گردیدے و بداند کہ مذہب اہل حق آنست کہ بندہ بہ گناہ کافر نشود و دلیل آں بعد از یں گفتہ شود و چوں کافر نشود ضرورۃ مومن باشد و سب فساق اہل ایمان روا نیست فکیف صحابہ کہ باری تعالیٰ بر عموم ایشاں ثنا گفتہ است و رسول ﷺ بہ حفظ و حرمت ایشاں وصیت فرمودہ و از دقیقہ در ایشاں زجر بلیغ کردہ و گفتہ کہ از اصحاب من چیز ہا پیدا شود کہ ذکر

آں نیکو نباشد شما بدان ایشان را بہ بدی یاد مکنید کہ حق تعالیٰ بہ برکت صحبت من آں بارا از ایشاں در گزارند و دریں باب احادیث بسیار است۔

تمام مسلمانوں کے لیے لازمی ہے کہ صحابہ کرام کو بہ نظر تعظیم دیکھیں اور کسی حال میں بھی ان نفوس قدسیہ کے سلسلے میں زبان درازی نہ کریں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس فتنہ سے اُمت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ رب العزت سے ڈرو اور انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو بھی اس اجر وثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا آدھا جو میرے صحابہ کو حاصل ہے۔"

شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابہ کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر آ گیا تھا آپس میں جنگ کی، خوں ریزی کی، مسلمانوں کو فتنے میں مبتلا کیا۔

ان کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیے کہ وہ بہر کیف آدمی تھے فرشتے نہ تھے اور منصب نبوت پر بھی فائز نہ تھے کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان سے خطا تو ہو سکتی ہے، لیکن رسول اللہ کے شرف صحبت و مجلس کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن نہیں جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف مائل ہو گئے اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عن قریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہوگا تو مومن فاسق کو بھی سب وشتم کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ صحابہ کرام کی برائی کی جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی عزت وحرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی ہے اور فرمایا: میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا، لیکن تم لوگ ان پر نکتہ چینی نہ کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں سے درگزر فرمائے گا۔

امام غزالی کا نقطہ نظر:۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "کیمیائے سعادت" میں اعتقاد کے بیان میں فرماتے ہیں:

پس بہ آخر ہمہ رسول ما را صلی اللہ علیہ وسلم بہ خلق فرستاد و نبوت وی بہ درجہ کمال رسانید کہ ہیچ زیادت را آں راہ نبود بایں است او را خاتم انبیا کرد کہ بعد از وی ہیچ پیغمبر نباشد و ہمہ خلق را از جن و انس بہ متابعت او فرمود و او را ہمہ سید پیغمبراں گردانید و یاران واصحاب او را بہترین یاران واصحاب دیگر پیغامبران کرد صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اور مقام نبوت میں وہ کمال عطا فرمایا جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور خاتم الانبیا بنا کر بھیجا جن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آ سکتا۔ تمام جن و انس کو آپ کی اطاعت و مطابعت کا حکم دیا گیا اور تمام نبیوں کا سردار بنایا گیا اور دوسرے انبیائے کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کا خواب:۔

نیز امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''کیمیائے سعادت'' میں احوال مردماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز میگوید رسول صلی اللہ علیہ وسلم را بہ خواب دیدم با ابوبکر و عمر نشستہ چوں بہ ایشاں نشستم ناگاہ علی و معاویہ را بیاوردند و در خانہ فرستادند و در بستند در وقت علی را دیدم کہ بیروں آمد و گفت قضی لی و رب الکعبۃ یعنی کہ حق مرا نہادند پس بزودی معاویہ بیروں آمد و گفت غفرلی و رب الکعبۃ مرا نیز عفو کردند و بیامرزیدند۔

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا: قُضِیَ لِیْ وَ رَبِّ الْکعبۃ (واللہ! میرا حق ثابت ہو گیا) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا: غُفِرَ لِیْ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃ (رب کعبہ کی قسم! مجھے معاف کر دیا گیا)۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بغاوت میں خطا پر ہونے کے باوجود معذور بلکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک خطائے اجتہادی کی وجہ سے ماجور و مثاب ہیں۔ اس باب میں مورخین کی کہانیاں اور قصے سب بے سروپا ہیں۔ اگر ان چیزوں کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف محفل

اور حضور ﷺ کے وعدہ کے مطابق صحابہ کرام کی خطائیں بخشش شدہ اور مغفور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:-

اگر کوئی یہ کہے کہ ''تحفۂ اثنا عشریہ'' (تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ) میں رافضیوں اور اہل سنت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب میں مذکور ہے:

سوال: جب آپ انھیں (حضرت معاویہ کو) باغی و متغلب سمجھتے ہیں تو ان پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟

جواب: اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب حضرت معاویہ پر اگر چہ لعنت کو جائز نہیں سمجھتے مگر ان کو مرتکب کبیرہ ضرور سمجھتے ہیں، جب کہ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت معاویہ سے خطاے اجتہادی ہوئی تھی۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں شاہ صاحب کا تخاطب فرقۂ مخالف سے ہے۔ اس لیے اسے مبنی بر تنزل سمجھا جائے گا، ورنہ اس جواب میں جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ''ازالۃ الخفا'' کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ حالاں کہ آپ ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں اس کتاب کی تعریف کر چکے ہیں، مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ''ازالۃ الخفا'' میں فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ مجتہد مخطی ہیں اور شبہ سے تمسک کی وجہ سے معذور ہیں۔ اس پر قصہ اہل جمل کی طرح میزان شرع میں میں نے بہت واضح دلیل دی ہے۔

اور شیخ احمد سرہندی نے اپنے ''مکتوبات'' میں جو قول نقل کیا ہے، شاہ عبدالعزیز کا یہ جواب اس کے بھی مخالف ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے ''مکتوبات'' میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ''مکتوبات' جلد ا رمکتوب نمبر ۲۵۱ میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تلخیص ہم یہاں نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت و احترام سے کرنا

چاہیے۔ خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ان اللّٰہ اختارنی و اختار لی اصحاب و اختارلی منھم اصھارًا و انصارًا فمن حفظنی فیھم حفظہ اللّٰہ و من اذانی فیھم اذاہ اللّٰہ (بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے صحابہ کو پسند کیا انھیں میرے لیے مددگار اور رشتہ داری کے لیے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت و تکلیف دی اللہ تعالیٰ اُسے اذیت و تکلیف دے گا)

اور طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللّٰہ و الملائکۃ و النّاس اجمعین (جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے)
ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِی اَجْرَاھُم عَلٰی اَصْحَابِی (میری اُمت کے شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرأت کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو اچھی چیز پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا و ہوس پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیوں کہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد اور تاویل پر مبنی ہیں اور جمہور اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔
آگے مزید فرماتے ہیں:
یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ و مقاتلہ کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا چوں کہ یہ خطا اجتہادی تھی اس لیے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ اختلاف جمل اور صفین اجتہاد پر مبنی تھا۔ شیخ ابوشکور سالمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ "اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے، لیکن یہ خطا خطائے اجتہادی تھی"۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ "اہل سنت کے معتقدات میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو شارح مواقف نے لکھا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب کا قول ہے کہ "یہ اختلاف اجتہاد پر مبنی نہیں تھا۔" اس قول

میں کون سے اصحاب مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے) اہل سنت کا قول گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علمائے اُمت کی کتابیں اس خطا کے خطائے اجتہادی ہونے پر شاہد ہیں، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کی تضلیل و تفسیق جائز نہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ "جو شخص صحابۂ رسول مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن عاص میں سے کسی ایک پر سب وشتم کرے یا ان کی تضلیل و تکفیر کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے اور اگر ائمہ کرام پر سب وشتم کرے تو اُسے سخت ترین سزا دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تفسیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق کی نسبت کی ہے، یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بل کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جب کہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں انھوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ صفین برپا ہوا) بہت بعد کا ہے، ان حضرات کو فاسق کہنے کی جرأت وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں خبث ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض علما نے جو لفظ جور استعمال کیا ہے اور کہا ہے: کان اماما جائرا اس سے مراد وہ جور نہیں جس کا معنی فسق وضلالت ہے بل کہ اس سے مراد حضرت علی کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ ارباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور خطائے اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہو سکتے ہیں کیوں کہ امام ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں لکھتے ہیں: قد صح انہ کان اماما عادلا فی حقوق اللہ سبحانہ و فی حقوق المسلمین۔ بے شک وہ حقوق الٰہی اور حقوق مسلمین میں امام عادل تھے۔

(ترجمہ ملخصا)

مولانا جامی پر اعتراض:۔

حضرت شیخ احمد سرہندی اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اس خطا کو خطائے منکر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادتی ہے، بلکہ خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ ''او مستحق لعنت است'' (یعنی وہ لعنت کے مستحق ہیں) بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے۔ اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے۔ ثقہ اسناد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''اے اللہ! انہیں کتاب و حکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ!'' ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا!''، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یقیناً مقبول و منظور بارگاہ خداوندی ہے۔ اصل میں اس مقام پر مولانا جامی سے سہو و نسیان ہو گیا ہے اور وہیں مولانا جامی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لینے کی بجائے ''آں صحابی دیگر'' (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کیے یہ بھی مولانا کی ناخوشی پر دلالت کر رہے ہیں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا۔ (ترجمہ ملخصاً)

امام شعبی پر اعتراض کا جواب:۔

آگے فرماتے ہیں:

حضرت امام شعبی سے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اس سے بالاتر سمجھتے رہے۔

ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ چوں کہ امام شعبی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لیے ضروری و لازمی تھا کہ ہم بر تقدیر صدق اس روایت کا ذکر کرتے۔ امام شعبی کے معاصر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی اور اعلم علمائے مدینہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص پر سب و شتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ اگر یہ

حضرات ایسے ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کبائر میں شمار کرتے تھے ورنہ حکم قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کو حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی برائی کی طرح تصور کرتے تھے چناں چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مذمت وملامت کے مستحق نہیں ہیں۔ (ترجمہ ملخصاً)

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے:-

اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

اے برادر! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں اکیلے نہیں بل کہ کم وبیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ چناں چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو اگر کافر وفاسق کہا جائے تو دین متین کے اس حصے سے دست بردار ہونا پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق ہی جائز قرار دے سکتے ہیں جن کا مقصد دین مبین کا ابطال ہوتا ہے۔

اے برادر! اس فتنہ کا منشا قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کی موافقت ومعاونت کی۔ جنگ جمل حضرت علی اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص میں تاخیر کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور معرکہ صفین برپا ہوا۔

حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بل کہ حضرت علی سے مطالبہ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہل سنت کے معتقدات میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابو الشکور سالمی نے مندرجہ بالا قول سے اختلاف کیا ہے، مجدد صاحب نے ان کی عبارت نقل کی ہے۔ شیخ ابو الشکور سالمی فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف مسئلہ خلافت میں تھا کیوں کہ حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اذا ملکت النّاس فارفق بھم۔ (جب تو لوگوں پر حاکم ہو جائے تو نرمی سے پیش آنا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اسی وقت سے خلافت کی امید پیدا ہو گئی تھی، لیکن اس اجتہاد میں خطاوار تھے اور حضرت علی حق پر تھے کیوں کہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی کے بعد تھا۔

امام غزالی اور ابوشکور سالمی کے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

ان دونوں اقوال میں تطابق و توافق اس طرح ہوگا کہ ابتدا میں منشائے اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعد ازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) بہرصورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطاوار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دو درجے ثواب بل کہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاجراتِ صحابہ میں سکوت کا حکم:۔

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم کرتے ہوئے مجدد صاحب اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

اے برادر! اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیوں کہ حضور ﷺ نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اِیَّاکُم وَ مَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا: ''جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو!'' فرمایا: ''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ!'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ ''اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہماری زبانوں کو بھی (ان حضرات کی بدگوئی) سے پاک رہنا چاہیے''۔ اس عبارت سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہیے۔

لعنت یزید:۔

اسی مکتوب میں لعنت یزید کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

البتہ یزید فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس کی لعنت میں توقف اور سکوت اس لیے ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں الا یہ کہ اس کے خاتمہ بالکفر کا یقین ہو جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ہیں۔ اہل سنت کے سکوت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں بل کہ اس کا ملعون ہونا آیت کریمہ ان الذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ (بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے) سے ثابت ہے۔

آخری گذارش:۔

مکتوب کا اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت و امامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہلا مؤرخین اور مردگان اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوس قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔ چناں چہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیر خواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق جو کچھ جانتا تھا سپرد قرطاس کر کے دوستوں اور عزیزوں کو ارسال کیا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا ظھرت الفتن، او قال: البدع و سبت اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذلک فعلیہ لعنۃ اللّٰہ و الملائکۃ و الناس اجمعین لا یقبل اللّٰہ صرفا و لا عدلا۔ (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ ان کے نوافل اور نہ فرض قبول کیے جائیں گے) چناں چہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو مدار اعتقاد بنانا چاہیے اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ من گھڑت افسانوں کو مدار اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے اس کے علاوہ امید نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جا سکتی۔ و السلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ و التزم متابعۃ المصطفیٰ

علیه و علی الہ الصلوٰۃ و السلام۔ (ترجمہ ملخصا)

سردست اپنے ائمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے یہ مختصر رسالہ پیش کر رہا ہوں اگر چہ اس کے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں، لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارتوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگ جمل وصفین کے شرکا کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے، لیکن جنگ نہروان کے شرکا جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے، بہ ایں ہمہ حضرت علی کے لشکر سے علاحدہ ہو لیے اور خواہ مخواہ آپ کی تکفیر کی ایسے لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول راجح ہے۔ صحیح روایات کے مطابق خود حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے جیسا کہ امام قسطلانی نے ''ارشاد الساری شرح بخاری''، امام نووی نے ''شرح صحیح مسلم''، ملا علی قاری نے ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' اور امام ابن ہمام نے ''فتح القدیر'' میں اور دوسرے علمانے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے۔ ہم نے بہ خوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں! فقط

عبدالقادر محب رسول ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی
کان اللہ لہما

تصدیقاتِ علماے بدایوں

۱- الجواب صحیح۔ نور احمد قادری

۲- صح الجواب۔ محمد سراج الحق عفی عنہ

۳- ما حررہ المجیب المصیب فھو مقرون بالصواب۔ محمد فصیح الدین قادری

۴- جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔
العبد المھین محمد جمیل الدین احمد قادری

۵- اصاب المجیب۔ محب احمد قادری

۶- الجواب صحیح۔ محمد فضل المجید القادری

۷- الجواب صحیح۔ محمد سدید الدین احمد

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کے بارے میں کیے گئے چند سوالات کے جوابات

مجیب: خواجہ قطب الارشاد، شیخ الحدیث والتفسیر
علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ
آستانہ عالیہ قطب آباد شریف، جھنگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقدجاء ت رسل ربنا بالحق و الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون۔ تبارک الّذی نزّل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیراً۔ ھو الذی ارسل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین فادخل تحت رحمتہ الانبیاء و المرسلین و الملائکۃ المقربین فصلی اللہ تعالیٰ و سلّم و بارک علیہ و علی الہ و اصحابہ و کل منتسب الیہ دائمًا ابدًا کما یحب ربنا و یرضٰی و ھو الولی الاعلیٰ و قال فی شان المھاجرین و الانصار و الّذین اتبعوھم باحسان: رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔ و قال فی مقام آخر فی علو شانھم: و الّذین امنوا باللہ و رسلہ اولئک ھم الصدیقون و الشھداء عند ربھم لھم اجرھم و نورھم و الّذین کفروا و کذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحاب الجحیم۔ و قال فی حال المنافقین و الرفضۃ و المبتدعۃ: انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا، ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب و العنھم لعنًا کبیراً۔

اما بعد۔۔

آپ کا گرامی نامہ رمضان المبارک شریف کے اوائل میں موصول ہوا۔ اپنی علالت و بے فرصتی کی وجہ سے جواب دینے میں تاخیر رہی، والد صاحب کے مزار شریف کا کام بھی شروع تھا، حفاظ کی منزلیں بھی سنی تھیں، بخار نے بھی اپنا ناغہ نہ کیا، اس وجہ سے دیر ہوگئی، پھر آپ کے یکے بعد دیگرے دو مکتوب آئے، میں نے یہی سمجھا کہ سابقہ مکتوب کا جواب چاہتے ہیں، بغیر پڑھے ان کو رکھ دیا، اب تیسرا خط جب آیا ہے جس میں ایک مولوی صاحب کی تقریر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں سب وشتم اور ان کے والدین کے کفر لکھے ہوئے کو جب پڑھا تو طبیعت کی خرابی کے باوجود سب سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آمدہ سوالات کے جوابات لکھ دیتا ہوں کہ ایسے شقی القلب خفیف العقل کا جواب دینا باقی مشاغل کو چھوڑ کر لابدی اور ضروری ہے۔ ثابت کیا جائے گا کہ اس بے ہودہ شخص نے قرآن مجید فرقان حمید اور حدیث پاک اور اجماع اُمت کی مخالفت کی ہے، نیز سامعین کے اعتقادات کو برباد کرنے کے لیے ڈیڑھ دو گھنٹہ بیان کیا ہے اس کا جواب دینا لازم ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکین

''جس قوم کا راہ نما کوا ہو وہ قوم کی مرداروں کی طرف ہی رہنمائی کرے گا۔

سوال 1: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امین اسرار نبوت، کاتب الوحی، خال المومنین اور رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب: جائز ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ کوئی اعلیٰ درجہ کی یونی ورسٹی یا کالج ہو تو اس میں داخلہ کے لیے ٹیسٹ لیا جاتا ہے، جب کہ عام کالجوں میں داخلہ کے لیے صرف یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ پہلے درجہ کا امتحان پاس کر لیا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ کوئی عام درس گاہ نہ تھی، بل کہ دنیا بھر میں لاثانی تربیت گاہ تھی، اس میں داخلہ کے لیے بھی رب العالمین جل جلالہ نے ایک ٹیسٹ رکھا ہوا ہے جس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:

اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔

(پارہ ۲۶، الحجرات ۳)

''وہ ہیں جن کا دل اللہ عزوجل نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔'' (کنز الایمان)

اور سورۂ فتح میں فرمایا:

و الزمهم كلمة التقوى و كانوا احق بها و اهلها۔ (پارہ۲۶،الفتح ۲۶)

''اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔'' (کنزالایمان)

ممتحن لوگ امتحان لے کر جن لوگوں کو پاس کر دیتے ہیں اور ان کو نمبر دے دیتے ہیں اس میں غلطی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور سے کب غلطی ممکن ہے، ادنیٰ خیال غلطی کا بھی کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و کان اللہ بکل شیء علیما۔ (پارہ۲۶،الفتح ۲۶)

''اور اللہ عزوجل سب کچھ جانتا ہے۔'' (کنزالایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیم اور ازلی علم کے بعد ان کو جانچ پرکھ کر اس چیز کا حق دار بنا دیا اور ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ اور تربیت گاہ میں داخلہ کی اہلیت اور قابلیت رکھتے ہیں اور یہی لوگ اس شرف کے حق دار ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ پسند نہ ہو، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اور اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ بل کہ تمام مسلمانوں کو حکم دیا۔ فرمایا:

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا۔ (پارہ۱،البقرہ ۱۳۷)

''پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا کہ تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔''

(کنزالایمان)

تو جو ان کو نہ مانے اس کے بارے میں فرمایا:

و ان تولوا فانما هم فی شقاق (پارہ۱،البقرہ ۱۳۷)

''اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں۔'' (کنزالایمان)

نہ ان کی دنیا ہے نہ آخرت اور نہ ہی ان کے اعمال ظاہری و باطنی سے کوئی تعلق بل کہ وہ تمام اعمال ہباء منثورا ہو جائیں گے اور یہ صرف صحابہ تک محدود نہ رکھا، بل کہ سورہ توبہ میں فرمایا:

و الذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم و رضوا عنه۔ (پارہ۱۱،التوبہ ۱۰۰)

''اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ عزوجل سے راضی۔'' (کنزالایمان)

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ آپ کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔ یعنی حضرت امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔

خال المومنین:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدواجی رشتہ اُمت کے تمام افراد کے ساتھ ایک رشتہ قائم کردیتا ہے۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم و ازواجه امھاتھم۔ (پارہ ۲۱، الاحزاب ۶)

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔'' (کنزالایمان)

جب ان کی بیویاں تمام اُمت کی مائیں ہوئیں تو ان کے بھائی تمام امت کے خال ہوئے، رشتہ کے شرف کے ساتھ ان کا مومن ہونا بھی شرط ہے جو ایمان کی دولت سے محروم ہو اس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مائیں نہیں اور نہ ان کا بھائی خال ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خال المومنین ہونا اور کاتب الوحی ہونا تو شیعہ حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ان کی کتاب ''احتجاج طبرسی'' مصری ص 92 پر ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

قال کتب معاویة الی امیر المؤمنین علی علیه السلام ان لی فضائل کثیرة کان ابی سیدا فی الجاھلیة و صرت ملکا فی الاسلام و انا صھر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و خال المؤمنین و کاتب الوحی۔

''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں بہت فضائل کا مالک ہوں میرے والد زمانہ جاہلیت میں سردار تھے اور میں اسلام میں سردار ہوں اور میں زوجۂ رسول کا بھائی اور خال المومنین اور کاتب الوحی ہوں۔''

احتجاج طبرسی کے حاشیہ پر اس کا محشی لکھتا ہے:

یقولون ان معاویة خال المؤمنین لان صفیة زوجة الرسول بنت ابی سفیان و ھی ام المؤمنین بناء علی ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھن امھات المؤمنین فحینئذ یکون معاویة خال المؤمنین۔

''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین اس لیے کہتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی سفیان زوجۂ

رسول تھیں اور ازواجِ نبی ﷺ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین کہتے ہیں۔''

نوٹ: شیعی محشی کو اتنا معلوم نہیں کہ ابوسفیان کی بیٹی کا نام اُمّ حبیبہ ہے یا صفیہ، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ جس گھر کے ساتھ کسی کے روابط اور تعلقات نہ ہوں اس گھر کے افراد سے واقفیت نہیں ہو سکتی روافض کو چوں کہ اہلِ بیت رسول ﷺ سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں پھر واقفیت کیسے ہوگی؟ کچھ بھی ہو، سنی سنائی باتوں سے یہ تو لکھ دیا کہ وہ خال المومنین ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا:

میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں
گو دشمنی سے کرتے ہیں کرتے تو یاد ہیں

کاتب الوحی:۔

قرآن مجید چوں کہ الہامی کتاب ہے، اس کے تعارف کے لیے بھی آسمانی کتاب درکار ہے، آسمانی کتاب کی اشاعت کا انحصار آسمانی حفاظت اور بقا پر ہے، اس واسطے رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

انا نحن نزّلنا الذّکر و انّا له لحافظون۔ (پارہ ۱۴، الحجر ۹)

''بے شک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔''

(کنز الایمان)

اب جس پر نازل ہوئی اس کا امین ہونا اور لانے والے کا امین ہونا بھی ضروری ہے۔ لانے والے کو روح الامین کا لقب عطا فرمایا اور جس پر نازل ہوئی اس کے حافظے اور یادداشت کی ضمانت بھی اللہ تعالیٰ نے خود دی۔ فرمایا:

سنقرئك فلا تنسٰی۔ (پارہ ۳۰، الاعلیٰ ۶)

''اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔'' (کنز الایمان)

انسانوں تک پہنچانے والا امین ہو۔ پہنچانے کے دو ذریعے ہیں: وقتی اور دائمی؛ وقتی یہ کہ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے تلاوت کر کے جیسی نازل ہوئی تھی سنا دی۔ یہ حضور ﷺ کی ذات تک تھا، خود کیا، صحابہ کبار کو بھی حکم دیا۔ دائمی یہ ہے کہ اس کتاب کی کتابت کا انتظام فرمایا، کتابت کا فریضہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ایسے شخص کو کتابت کے لیے مقرر فرمائیں جو امین ہو۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جا چکی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب الوحی تھے۔

''معانی الاخبار'' شیخ صدوق قمی ص 346 طبع جدید مطبع حیدری، تہران: اس میں ایک پورا باب ہے، جس کا عنوان ہے:

''استعانة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمعاویة فی کتابة الوحی''

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابت وحی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد حاصل کرنا۔

''انوار نعمانیہ'' محدث نعمت اللہ الجزائری کے ص 247 پر ہے:

و کذلک جعل معاویة من الکتاب قبل موته بستة اشهر بمثل هذه المصلحة و ایضا عثمان و اضرابه ما کانوا یحضرون الا فی المسجد مع جماعة الناس فما یکتبون الا ما نزل به جبرئیل بین الملاء۔

اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چھ ماہ پہلے اس مصلحت کی بنا پر کاتب وحی مقرر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی مثل کاتب وحی مقرر فرمائے جو مسجد نبوی میں حاضر ہو کر وہی قرآن لکھتے تھے جو ظاہر باہر نازل ہوتا تھا۔

محدث نعمت اللہ الجزائری کو یہاں دو باتوں کا اعتراف ہے:

۱- یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی مقرر فرمایا۔

۲- یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت وامانت میں کوئی شبہ نہیں، وہ وہی قرآن لکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا تھا۔

''تنقیح المقال فی علم الرجال'' معروف بہ مامقانی ص 222 پر حروف تہجی کے لحاظ سے باب میم میں لکھتا ہے: (یہ کتاب شیعہ کے نزدیک اسمائے رجال میں لاثانی ہے)

فهو معاویة بن ابی سفیان اسمه صخر بن حرب بن امیه بن عبد الشمس بن عبد مناف یکنی ابا عبد الرحمٰن القرشی الاموی کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولی الخلافة حین سلم الامر الیه حسن بن علی علیهما السلام و صالحه و ذلک فی شهر ربیع الاٰخر او جمادی الاولی سنة احدی و اربعین و مات یوم الخمیس ثمان بقین من رجب سنة ستین و هو ابن ثمان وسبعین سنة۔

''یہ معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ کنیت ابو عبد الرحمٰن قرشی اموی کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن سے امام حسن

نے صلح کرلی اور خلافت ان کے حوالے کی تو یہ والی خلافت بنے۔ یہ صلح ربیع الآخر یا جمادی الاولی 41ھ میں ہوئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات 22 رجب 60ھ میں بہ عمر 78 برس ہوئی۔"

یعنی شیعہ فنِ رجال کے ماہر علامہ مامقانی نے یہ تسلیم کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب الوحی مقرر فرمایا۔ محدث نعمت اللہ الجزائری کی تحریر سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چھ ماہ قبل مصلحت کے طور پر ان کو کاتب وحی مقرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ انتخاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ حکم خداوندی کیا تھا، خدا و رسول کے اس انتخاب سے ناراض ہو کر اس حقیقت کو فسخ کرنے کے لیے بہت کوششیں لوگوں نے کی ہیں جس میں "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" میں موجود ہے، مگر اصل حقیقت مذکورہ چار کتابوں سے ثابت ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی بہ امر خداوندی مقرر فرمایا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا عامل (گورنر) بنایا تھا۔ کیا غیر مومن بھی کاتب الوحی مقرر ہو سکتا ہے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب الوحی ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے، پھر بھی اگر ہٹ دھرمی کر کے یہ کہا جائے کہ مانا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صہر تھے، تمام امت کے ماموں تھے، کاتب وحی تھے، مگر ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے وہ مومن نہ تھے۔ (معاذ اللہ)

پھر اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری کسی غیر مومن کو بھی سونپی جا سکتی ہے؟ قرآن پاک سے رہنمائی ملتی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔

(پارہ ۱۰، سورۃ توبہ ۲۸)

"مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔" (کنز الایمان)

یہ آیت کریمہ 9ھ میں نازل ہوئی۔ نجاست کی دو قسمیں ہیں: ظاہری اور باطنی: ظاہری نجاست پانی کے ساتھ دھونے سے بھی دور ہو جاتی ہے، مگر نجاست باطنی پانی کے ساتھ دھونے سے بھی دور نہیں ہوتی۔ تو ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نجاست باطنی تھی (معاذ اللہ)، وہ پانی کے ساتھ دھونے سے بھی نہ اتر سکتی تھی، تو ان کو کاتب وحی کیوں مقرر کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اُن کو ان اوصاف کا مالک کیوں بنایا۔ واحسرتاہ!

کاش کہ مبلغ صاحب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر عقیدہ رکھتے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں انتہائی بے ہودہ باتیں کر کے اپنا اور سامعین کا ایمان خراب نہ کرتے۔

کیا ایسے شخص کی تقریر سننا، اس کی مجلس میں آنا اور خاموش بیٹھے رہنا اور دعوت دے کر اس کی خدمت اور نوازشیں کرنا اور تعظیم کے ساتھ روانہ کرنا جائز ہوگا؟ کیا وہ قابل تعظیم و تکریم ہے؟ حاشا و کلا۔

سوال 2: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری دم تک شرف صحابیت پر فائز رہے یا جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے بعد اس شرف سے محروم ہو گئے؟

سوال 3: جنگِ جمل وصفین میں جن لوگوں نے جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حصہ لیا، وہ کس لقب کے مستحق ہیں؟

الجواب: اجمالاً اس کا جواب ہماری سابقہ تحریر سے ثابت ہو گیا، تفصیلی جواب جنگ صفین کے بیان میں آجائے گا۔

یہودی سازش کے تحت سینکڑوں سال مسلسل پروپیگنڈا سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے محاسن اور مناقب پر دبیز پردے ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے، مگر جاہلوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بل کہ الزام تراشیوں کا تھوک کا کاروبار بھی شروع کردیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو الزام باندھے گئے ان میں واضح بہتان ہے کہ انھوں نے خلیفہ راشد کے خلاف جنگ کیوں کی؟ اس ضمن میں سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جنگ کی وجہ اور بنیاد کیا تھی؟

''نہج البلاغہ'' مع شرح ابن میثم طبرانی جلد پنجم ص 194 پر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ایک چٹھی ہے جو تمام شہروں میں بھیجی گئی:

کتبه الی اهل الامصار یقص فیه ما جری بینه و بین اهل الصفین و کان بداء امرنا انا التقینا و القوم من اهل الشام و الظاهر ان ربنا واحد و نبینا واحد و دعوتنا فی الاسلام واحدة لا نستزیدهم فی الایمان بالله و التصدیق برسوله و لا یستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیه من دم عثمان و نحن عنه براء۔

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تمام شہروں کے لیے ایک گشتی مراسلہ لکھا کہ صفین میں ہمارے اور اہل شام کے درمیان جو جنگ ہوئی اس سے کوئی غلط فہمی نہ ہو کیوں کہ ہمارا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری اسلام کی دعوت ایک ہے، ہم شامیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و یقین میں زیادتی کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ وہ ہم پر زیادتی کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و یقین میں ہم دونوں فریق برابر ہیں، اختلاف صرف دمِ عثمان میں ہے اور ہم اس سے بری ہیں اور یہی تنازعہ کی وجہ ہے۔''

اس عبارت سے چند وجوہ ثابت ہو گئے:

۱۔ اختلاف صرف قتلِ عثمان میں ہے۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چٹھی سے بنیادی طور پر یہ بات ثابت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تو خلافت کے مدعی تھے نہ انھوں نے حکومت چھیننے کے لیے یہ جنگ لڑی بل کہ اس کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ تھا اور یہ مطالبہ ہر متعلقہ انسان کا قانونی حق ہے۔

ضمناً چند ایک اور امور بھی واضح طور پر سامنے آ گئے:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس امر کا اعلان کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں، اگر کسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واقعی تعلق ہے۔

تو اسے حضرت کی یہ بات ماننے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے اور اگر اسی پر اصرار ہو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان سے محروم ہیں (معاذ اللہ) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق وہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی نفی کر رہا ہے کیوں کہ ان کا اعلان ہے کہ ایمان میں ہم برابر ہیں، لہٰذا اگر معاذ اللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان سے خالی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کے برابر ہوئے۔ (ثم معاذ اللہ)

۲۔ گشتی مراسلہ بھیجنے کا محرک کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو برا بھلا کہنا شروع کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اس بے ہودگی سے روکنے کے لیے حقیقت بتا دی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے کہ منبر پر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا تھا، یہ دراصل اپنے اس گھناؤنے فعل پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے کہ برا بھلا کہنے کی

ابتدا شیعانِ علی کی طرف سے ہوئی اور اس سلسلہ میں اب وہ تو معذور ہیں۔

''نہج البلاغہ'' کی شرح ''درۃ النجفیہ'' ص 301 پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کی تائید ہے، وہ یوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

فقال معاوية رضى الله عنه لم اقاتله لانى افضل منه ولكن اقاتل ليدفع الى قتلة عثمان رضى الله عنه۔

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے میری جنگ اس بنا پر نہیں ہوئی کہ میں ان سے افضل ہوں بل کہ اس لیے ہوئی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل میرے حوالے کریں۔''

دونوں عبارتیں ''نہج البلاغہ'' کی شروح کی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں، دونوں نے جنگ کی وجہ قصاصِ عثمان کو قرار دیا ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ یہ کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔ بات تو صاف ہے، مگر یار لوگ کہتے ہیں کہ ''نہج البلاغہ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ 16 سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف ان کے ظاہری اسلام کی بات کی تھی، باطن میں تو وہ مسلمان نہیں تھے۔ خطبہ 16 کی عبارت یہ ہے:

قال ما اسلموا و لكن استسلموا و اسروا الكفر فلما وجدوا اعوانا عليه اظهروا۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسلمان نہیں ہوئے بل کہ ظاہری طور پر اسلام کو مان لیا اور ان کے باطن میں کفر پوشیدہ ہے جب انھوں نے کفر میں مددگار پائے تو کفر کو ظاہر کر دیا۔''

''نہج البلاغہ'' کے شارحین سب نے یہی اعتراض یا تاویل کی ہے۔ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تکلف خواہ مخواہ کیا گیا ہے، آسان بات یہ تھی کہ کہہ دیتے کہ حضرت نے تقیہ کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ''نہج البلاغہ'' میں الحاقی کلام کا ہونا تحقیق کو پہنچ چکا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اسے الحاقی کلام نہ مانا جائے تو یہ قول عمار کا ہے۔ جیسے ''درۃ النجفیہ'' ص 347 پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ خطبہ اس وقت کا ہے جب جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اور خشتی مراسلہ جنگ کے بعد اور صلح ہونے کے بعد کا ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت پہلے کی ناسخ ہے۔

اب ذرا ظاہری اور باطنی ایمان پر اصولی بات کی جائے۔

۱- ہم ظاہری شریعت کے مکلف ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ظاہری ایمان کی شہادت دے دی۔ عقیدہ باطنی چیز ہے، جس کی حقیقت معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا کہ ہم اور اہل شام ایمان میں برابر ہیں، تو دوسری توجیہ کے مطابق مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جیسے میں ظاہر مسلمان ہوں ویسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ظاہر میں مسلمان ہیں، جیسے باطن میں وہ ہیں ویسے ہی میں ہوں۔ (معاذ اللہ)

۳- پھر جو آپ نے فرمایا: ربنا واحد...... اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جیسے ظاہر میں میرا رب ایک ہے اور رسول بھی اور دعوت اسلام بھی ایک ہے باطن کا حال دوسری شق جیسا ہوا۔ (معاذ اللہ)

۴- ''نہج البلاغہ'' مصری ص 105 پر ''قد فتح باب الحرب بینکم و بین اهل القبلة'' تمھارے اور اہل قبلہ کے درمیان لڑائی کا دروازہ کھل گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو بات صاف کر دی، مگر اہل قبلہ کی اصطلاح کا مفہوم کہیں سے ڈھونڈنا پڑے گا۔ کیا اسلامی تاریخ میں یا دینی لٹریچر میں اہل قبلہ کی اصطلاح کفار کے لیے بھی استعمال ہوئی ہے؟

اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایمان سے خالی ثابت کرنے کے جنون میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کیوں مول لی جا رہی ہے؟

یہ حرکت حب علی تو ہرگز نہیں کیوں کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ظاہر ہے، البتہ بغض معاویہ کے قبیل سے ضرور ہے اور جہاں بغض ہو وہاں انصاف کہاں ہوتا ہے!! محبان علی کی قدر و قیمت خود مولی علی رضی اللہ عنہ نے متعین فرما دی۔

''نہج البلاغہ'' مصری ص 179 پر ہے:

قال لوددت و الله ان معاوية صارفنی بکم صرف الدينار بالدرهم

فاخذ منی عشرة منکم و اعطانی رجلا منهم۔ (نہج البلاغہ طبع جدید صفحہ ۲۷۶)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ کاش امیر معاویہ میرے ساتھ سودا کر لیتے جیسے کوئی شخص بیع الصرف کرے کہ سونے کے دینار کے بدلے چاندی کا ایک درہم لے لے، پس امیر معاویہ اپنا ایک آدمی مجھے دے دے اور میرے دس آدمی لے لے۔''

اس عبارت سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جہاں تک شیعان علی اور شامی فوج کے ایمان کا تعلق ہے وہاں تو ایک اور دس کی نسبت ہے یعنی اہل شام شیعان علی کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ صاحب ایمان و یقین، وفادار، ایثار پیشہ، صادق القول اور امین تھے، ادھر تو 10 / 9 حصہ دین تقیہ میں منحصر ہے جیسے ''اصول کافی'' میں ہے:

تسعة اعشار الدين فی التقية۔

نو حصے دین تقیہ میں، ایک حصہ نماز، روزہ، زکوۃ، خمس، حج، زواری وغیرہ میں ہوا۔

اہل سنت و جماعت سن کر سمجھ لیں کہ صحابہ کرام کی عزت و عظمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس قدر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

و للہ العزة و لرسوله و للمؤمنین و لکنّ المنافقین لا یعلمون۔

(پارہ ۲۸، المنافقون ۸)

''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے، مگر منافقوں کو خبر نہیں۔'' (کنزالایمان)

اور سورہ حدید میں ارشاد فرمایا:

و الذین امنوا باللہ و رسله اولئك هم الصديقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم و نورهم۔ (پارہ ۲۷، الحدید ۱۹)

''اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔''

(کنزالایمان)

اور ان کے مخالفوں کے لیے فرمایا:

و الذین کفروا و کذبوا بایاتنا اولئك اصحاب الجحيم۔ (پارہ ۲۷، الحدید ۱۹)

''اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔'' (کنزالایمان)

اہل سنت و جماعت کے نزدیک دونوں فریقوں کے مقتولین کے بارہ میں فیصلہ خود مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمادیا:

''قتلای و قتلی معاویة فی الجنة۔''

''جو میرے گروہ سے قتل ہوئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ سے مقتولین دونوں جنتی ہیں۔''

اور جو زندہ ہیں ان کا فیصلہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے کردیا اور مصالحت کر کے اپنی خلافت ان کے سپرد کردی، شیعہ کے نزدیک امام کی ہر بات نص ہوتی ہے۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سپرد کردینا شیعہ مذہب کے لحاظ سے نص قطعی سے ثابت ہوا۔

سوال 4: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت جو جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بعد قائم ہوئی خلافت جائز تھی یا ناجائز؟ جن علما نے اس حکومت کو خلافت راشدہ کہا اُنھوں نے حق کہا یا خطا کی؟

الجواب: اس کا جواب سوال 3 کے جواب میں آچکا ہے، شیعوں کو اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے، نیز امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص72 پر ہے:

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور قیس بن سعد بن عبادہ جو حضرات حسنین کے ساتھ تھے شام میں پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور خطبا جمع ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو کہا:

یا حسن! قم، فبایع! فقام و بایع ثم قال للحسین علیه السلام: قم، فبایع! فقام و بایع۔ ثم قال: یا قیس! قم، فبایع! فالتفت الی الحسین علیه السلام ینظر ما یامره فقال: یا قیس! انه امامی یعنی امام حسن علیه السلام۔

امام حسن کو امیر معاویہ نے کہا: اٹھو اور بیعت کرو! وہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو کہا: اٹھو اور بیعت کرو! اُنھوں نے بھی اُٹھ کر بیعت کرلی، پھر قیس کو کہا: اُٹھو اور بیعت کرو! اُنھوں امام حسین کی طرف التفات کی اور جواب کے ان سے

مختلف تھے۔ امام حسین نے فرمایا: اے قیس! یقیناً امام حسن میرے امام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جب میرے امام حسن نے بیعت کر لی ہے، تمہیں کیوں شبہ پیدا ہوا۔

اس بیعت سے پہلے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے مصالحت کا ارادہ کیا تو شیعوں کو اعتراض ہوا، اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و الله ان معاوية خير لي من هؤلاء يزعمون انهم لي شيعة ابتغوا قتلي و انتهبوا ثقلي و اخذوا مالي و الله لئن اخذ من معاوية عهدا احقن به دمي و اومن به في اهلي خير من ان يقتلوني فتضيع اهل بيتي و اهلي و الله لو قاتلت معاوية لاخذوا برقبتي حتى يدفعوني اليه سلما و الله ان اسالمه و انا عزيز خير من ان يقتلني و انا اسير او يمن علي فيكون سنة بني هاشم اخر الدهر و لمعاوية لا يزال يمن بها و عقبه على الحي منا و الميت۔ (احتجاج طبرسی ص ۲۹۰ مطبوعہ سعید مشہد مقدس)

جب امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر کے زخمی ہو کر مدائن میں آئے تو زید بن وہب جہنی نے ان سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول کے بیٹے! لوگ حیران ہیں اس مصالحت میں آپ نے کیا حکمت دیکھی؟ تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا: خدا کی قسم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجھے اپنے شیعوں سے بہتر ہیں، مجھے انھوں نے قتل کرنا چاہا، میرا اثاثہ چھینا، میرا مال لیا، خدا کی قسم اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہد لے لیتا ہوں جس کے طفیل اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچاؤں اور میں اپنے اہل میں مامون ہو جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ شیعہ مجھے قتل کر دیں، میرے اہل بیت اور میرے اہل کو تباہ کر دیں اور خدا کی قسم اگر امیر معاویہ کے ساتھ جنگ کرتا تو میری گردن پکڑ کر امیر معاویہ کے حوالہ کر دیتے، خدا کی قسم اگر میں حضرت امیر معاویہ کے ساتھ صلح و آشتی کا معاملہ کر لوں جب کہ عزت و آبرو والا ہوں تو میں بہتر رہوں گا اس چیز سے کہ وہ مجھے اسیر کر کے قتل کر دے یا مجھ پر احسان کرے اور یہ اس کا احسان میرے پر اور بنی ہاشم پر رہے گا اور ان کا ہمیشہ احسان رہے گا جب تک ہم میں سے کوئی زندہ رہے گا یا مر جائے گا۔

وہ شیعہ جو امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے وہی ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی

بلوائیوں میں سے شامل ہو گئے تھے جن کی تعداد بیس ہزار سے زائد تھی جیسے کہ ''تاریخ التواریخ'' میں موجود ہے جب کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارا مطالبہ دم عثمان کا ہے، ان کے قاتل ہمارے حوالے کر دو تو ہم آپ کے ساتھ بیعت بھی کر لیتے ہیں اور آپ کو متفقہ خلیفہ سمجھتے ہیں تو بیس ہزار سے زائد آدمی کھڑے ہو گئے اور کہا: ہم عثمان کے قاتل ہیں، ہم سے کون قصاص لیتا ہے؟ وہی لوگ امام حسن رضی اللہ عنہ کو دھوکا دے کر لشکر میں شامل ہو گئے ان کا ارادہ بھی غلط تھا جس کو امام حسن رضی اللہ عنہ نے ''احتجاج'' کی عبارت میں واضح کر دیا۔

اب تم امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی بیعت کا کیا جواب دو گے؟ بیعت لینے والا جب بہ قول تمہارے مسلمان نہیں اور وہاں جنگ صفین میں قتل ہو جاتا تو کوئی مسلمان ان کا جنازہ نہ پڑھتا اور نہ اسے کوئی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیتا تو بیعت کرنے والوں کا حال ان کے نزدیک کیا ہو گا؟

کیا یہ مولوی سنی کہلانے کا حق دار ہے؟ ایسے منافق سے بچو!!

سوال 5: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب جو احادیث شریف کی کتابوں میں ملتے ہیں قابل قبول ہیں یا قابل رد؟

الجواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰھم اجعلہ ھادیا مھدیا۔ (الحدیث)

''اے اللہ! معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا!''

دوسری حدیث میں فرمایا:

اللّٰھم علمہ الکتاب و الحساب و قہ العذاب۔ (الحدیث)

اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچائے رکھنا!

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارک بارگاہ خداوند تعالیٰ میں یقیناً مقبول و مستجاب ہے۔

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تطہیر الجنان'' ص ۱۰، ۱۱ مطبوعہ المثنیٰ بغداد میں فرماتے ہیں:

و قال المدائنی کان زید بن ثابت یکتب الوحی و کان معاویۃ یکتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما بینہ و بین العرب ای من وحی و غیرہ فھو امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی وحی ربہ و ناھیک بھذا المرتبۃ الرفیعۃ۔

محدث مدائنی نے فرمایا کہ زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم

ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو بھی لکھتے اور اہل عرب کی طرف جو خطوط بھیجے جاتے تھے وہ بھی لکھتے تھے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے امین تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے رب کی وحی پر ایسے شخص کے مرتبہ رفیعہ کے خلاف باتیں کرنے سے بچو!

فقيل يا ابا عبد الرحمن ايهما افضل معاوية او عمر بن عبد العزيز فقال: و الله ان الغبار الذى دخل فى انف فرس معاوية مع رسول الله ﷺ افضل من عمر بالف مرة، صلى معاوية خلف رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ: سمع الله لمن حمده و قال معاوية: ربنا لك الحمد۔ فما بعد هذا الشخص الاعظم اذا كان مثل ابن المبارك يقول فى معاوية ذلك و ان تراب انف فرسه فضلا عن ذاته افضل من عمر بن عبد العزيز الف مرة فاى شبهة تبقى لمعاند و اى دخل يمسك به غبى او جامد۔

ابوعبدالرحمٰن سے سوال ہوا (جو عبداللہ بن مبارک ہیں) کہ امیر معاویہ اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے کون افضل ہے؟ تو ابوعبدالرحمٰن نے فرمایا: خدا کی قسم جو غبار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں حضور ﷺ کی معیت میں پڑی تھی وہ خاک ہزار درجہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور ﷺ نے سمع اللہ لمن حمدہ پڑھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربنا و لک الحمد کہا، پھر اس سے بڑھ کر عظیم شخص کون ہوگا اور جب عبداللہ بن مبارک جیسا آدمی (جس کی امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث نے اپنی صحیح البخاری میں تقریباً چار سو روایات لی ہیں) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کی مٹی عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ بہتر ہے تو مخالفت کرنے والوں کے لیے اب کون سا شبہ باقی رہتا ہے اور اس غبی اور منکر کے پاس کون سی دلیل ہے جس کے ساتھ وہ تمسک پکڑے۔

اور خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ''نہج البلاغہ'' ص 277 طبع جدید مع شرح ''فیض الاسلام'' میں ہے:

لقد رايت اصحاب محمد ﷺ فما ارى احدا منكم يشبههم لقد

كانوا يصبحون شعثا و قد باتوا سجدا و قياما يراوحون بين جباههم و خدودهم و يقفون على مثل الجمر من ذكر معادهم كان بين اعينهم ركب المعزى من طول سجودهم اذا ذكر الله حملت اعينهم حتى تبل جيوبهم و مادوا كمايميد الشجر يوم الريح العاصف خوفا من العقاب و رجاء للثواب۔

حضور ﷺ کے صحابہ کو میں نے آنکھوں سے دیکھا میرے شیعوں میں سے میں نے کسی کو ان جیسا نہیں دیکھا اس لئے کہ وہ دن کو (میدانِ جنگ میں) پراگندہ بال اور غبار آلودہ چہروں سے ہوتے تھے اور رات سجدہ اور قیام میں بیدار ہو کر گذارتے تھے وہ راحت حاصل کرتے تھے اپنی پیشانیوں اور رخساروں کے درمیان یعنی سجدوں میں گویا وہ آگ کے انگاروں پر کھڑے ہوتے تھے آخرت کی یاد کی وجہ سے قیامت کے ذکر سے انگاروں کی مانند جلنے والوں کی طرح مضطرب ہو جاتے تھے اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانیوں پر بکریوں کے گھٹنوں کی طرح گوہے پڑے ہوئے تھے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا تو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امیدوں سے ان کی آنکھیں ایسے آنسو برساتیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے اور خود وہ لرز جاتے جیسے کہ درختوں کے تخت تخت آندھی سے لرز جاتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل میں صحابہ کرام کی شان کتنی بلند تھی کہ اپنے پکے مقتدیوں شیعوں کو ایسے کلمات بیان فرما رہے ہیں کہ صحابہ کی شان ایسی ہے کہ تم سے کسی کی وہ نہیں تو منافقوں کے متعلق ان کے دل میں صحابہ کرام کے مخالفوں سے کتنی نفرت ہوگی۔ واحسرتاہ!

آج کل کے نام نہاد سنی نما شیعوں کو خوش کرنے والے جو ابن سبا کی خباثتوں پر عمل کرتے ہیں اور اہل بیت کرام کی تابع داری کی طرف نہیں جاتے ایسے مبلغین کو امام بنانا ان کو دعوت دینا اور ان کی تکریم کرنا کتنا برا ہوگا؟

سوال 6: بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا طعن کرے وہ جہنم کا کتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب: ''احکام شریعت'' اعلیٰ حضرت بریلوی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ، کراچی ص 102 پر ہے:

''اللہ نے سورہ حدید میں صحابہ کرام کی دو قسمیں فرمائیں: ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بہ ایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا، جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ، پھر فرمادیا:

و کلا وعد اللہ الحسنٰی۔

دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کو فرماتا ہے:

اولئک عنہا مبعدون لا یسمعون حسیسہا و ہم فیما اشتہت انفسہم خالدون لا یحزنہم الفزع الاکبر و تتلقٰہم الملائکہ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون۔ (پارہ ۱۷، الانبیا ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳)

''وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔'' (کنزالایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ جل جلالہ بتاتا ہے تو جو شخص کسی صحابی پر طعن کرے وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں، رب تعالیٰ نے اسی آیت میں اس کا منھ بھی بند فرمادیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا:

و اللہ بما تعملون خبیر۔ (پارہ ۲۸، التغابن ۸)

''اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔'' (کنزالایمان)

اور اللہ جل جلالہ کو جب خبر ہے جو کچھ تم کروگے بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے، خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من یکون یطعن فی معاویۃ   فذلک من کلاب الہاویۃ

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔

یہ خبثا خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بل کہ اللہ جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

من اذاهم فقد اذنی و من اذانی فقد اذی الله و من اذی الله فیوشک الله ان یاخذه۔ (الحدیث)

''جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی، جس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔'' والعیاذ باللہ تعالیٰ!

اب اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میں شیعہ کا حال مختصر لکھتا ہوں، اس پر بھی غور کریں!

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کے ص 140 پر ایک استفتا آپ کے پاس آیا، مستفتی قاضی فضل احمد لدھیانوی 21 صفر 1339ھ۔ استفتاء میں یہ تھا:

ایک رافضی نے کہا کہ آیت کریمہ ''انا من المجرمین منتقمون'' کے اعداد 1202 ہیں اور یہی اعداد ابوبکر، عمر اور عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟

الجواب: روافض لعنهم الله تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا پر ہے اور اگر ہر آیت عذاب کے اعداد اسما اخیار کے مطابق کر سکتے ہیں اور ہر آیت ثواب کے اعداد اسمائے کفار سے کہ اسما میں وسعت وسیعہ ہے، ثانیاً امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تین صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

اروني ابني ماذا سميتموه۔

مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

حرب۔

فرمایا:

نہیں، بلکہ وہ حسن ہیں۔

پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے، فرمایا:
مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا؟
مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

حرب۔
فرمایا:
نہیں، بلکہ وہ حسین ہیں۔
پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا:
نہیں، بلکہ وہ محسن ہے۔
پھر فرمایا:
میں نے اپنے ان بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے ناموں پر رکھے ہیں، شبر، شبیر اور مبشر حسن، حسین اور محسن۔ ان کے ہم وزن و ہم معنی ہیں۔ اس سے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہییں، لہٰذا ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان اور عباس وغیرہم رکھے۔
کاش رافضی نے اعداد غلط بتائے امیر المومنین عثمان غنی کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد 1201 ہیں نہ کہ 1202۔
۱- ہاں او رافضی! 1202 عدد کا ہے کے ہیں؟ ابن سبا رافضہ کے؟
۲- ہاں او رافضی! 1202 عدد ان کے ہیں، ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی ابن بابویہ قمی طوسی حلی۔
۳- ہاں او رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے:
ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا لست منھم فی شیء۔
(پارہ ۸، الانعام ۱۵۹)
''وہ جنھوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب! تمھیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔'' (کنز الایمان)
اس آیت کریمہ کے عدد 2828 ہیں اور یہی عدد روافض اثنا عشریہ شیطانیہ اسماعیلیہ کے، اگر اپنی طرح سے اسماعیلیہ الف چاہیے تو یہی روافض اثنا عشریہ و نصیریہ

واسماعیلیہ کے ہیں۔

۴- ہاں اورافضی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لهم اللعنة و لهم سوء الدار۔ (پارہ ۱۳، سورہ الرعد ۲۵)

''ان کا حصہ لعنت ہی ہے اوران کا نصیبہ برا گھر ہے۔'' (کنزالایمان)

اس کے عدد 644 ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے۔

۵- نہیں، او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اولئك هم الصديقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم۔

(پارہ ۲۷، الحدید ۱۹)

''وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔'' (کنزالایمان)

اس کے عدد 1445 ہیں اور یہی عدد ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور سعید کے۔

۶- نہیں، او رافضی! بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اولئك هم الصديقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم و نورهم۔

(پارہ ۲۷، الحدید ۱۹)

''وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اوران کا نور ہے۔'' (کنزالایمان)

اس کے اعداد 1792 ہیں اور یہی عدد ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد کے۔

۷- نہیں، او رافضی! بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و الذين امنوا بالله و رسله اولئك هم الصديقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم و نورهم۔ (پارہ ۲۷، الحدید ۱۹)

''اور وہ جو اللہ اوراس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اوران کا نور ہے۔''

(کنزالایمان)

آیت کے عدد 3600 ہیں، یہی عدد ہیں: صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمد للہ، آیت کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا اور حضرات عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی آ گئے جس میں اصلاً تکلف اور تصنع کو دخل نہیں۔

کچھ دنوں سے آنکھ دکھتی ہے، یہ تمام آیات عذاب و اسمائے شرار و آیات مدح و اسمائے اخیار کے عدد محض خیال کے مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے، اگر لکھ کر اعداد جوڑے جائیں تو مطابقتوں کی بہار نظر آئے، مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ فللہ الحمد و اللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر محمد احمد رضا

اب بتاؤ کہ اعلیٰ حضرت کا یہ مولوی مقرر معتقد ہے یا منکر؟ تفترون علی اللہ الکذب و کفیٰ بہ الما مبینا۔

اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو ہدایت دے ایسے واہیات لوگوں سے نفرت کی قوت عطا فرمائے اور رافضیوں کے ساتھ ترک موالات کلی کی سعادت حاصل ہو۔

سوال 7: جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو اہل بیت رسول کا دشمن اور اقتدار کا لالچی کہے اس شخص کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: مذکورہ بالا حوالہ جات میں اس سوال کا جواب آ چکا ہے۔

خط و کتابت (مراسلہ) جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ''نہج البلاغۃ'' میں موجود ہے اس میں طرفین سے نہ خلافت کے حصول کا موقف تھا اور نہ ہی دنیا کمانے کا لالچ تھا، دونوں کا موقف صرف اور صرف دم عثمان کا مطالبہ تھا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی اس وقت شیعوں کے جو حالات تھے ''احتجاج طبرسی'' کے حوالہ سے وہ بیان ہو چکے ہیں اس کے بعد جب شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو حسنین کریمین اور قیس بن سعد بن عبادہ نے بہ طیب خاطر بیعت بھی کر لی تو اب لالچ کا تو مسئلہ ہی نہ رہا۔

آپ کے آخری مکتوب میں یہ چیز باقی رہ گئی جو مولوی مقرر نے بیان کیا:

''جناب معاویہ (رضی اللہ عنہ) ابتدائے خلافت جناب علی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنے تک باغی رہے اور باغی کا حکم یہی ہے کہ اگر وہ مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر وہ جنگ صفین میں قتل ہو جاتے تو اہل مدینہ میں کوئی بھی ان کا جنازہ نہ پڑھتے، کیونکہ وہ باغی تھے۔ اس کے بعد مولوی مقرر نے

دورانِ تقریر یہ بھی کہا کہ حجر بن عدی، عمار بن یاسر اور اویس قرنی کے قتل کا معاملہ بھی امیر معاویہ کے پلڑے میں جاتا ہے۔"

الجواب: اس تقریر سے مقرر نے اپنے فاسد عقیدہ کے ماتحت کئی غلطیاں کی ہیں:

پہلی غلطی یہ ہے کہ بغاوت کے معنی کو اس نے سمجھا ہی نہیں۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ اہل بغاوت کا موقف کیا تھا؟ اسے علم ہی نہیں۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو گشتی مراسلہ سب کی طرف بھیجا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیا حال بنے گا؟

چوتھی غلطی یہ ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟

اس کی تقریر سے قرآنِ مجید کا انکار، حدیث شریف کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اب وہ مسلمان بھی رہا یا نہ رہا اب اس کے جواب سنو!

پہلی بات یہ ہے کہ باغی کی تعریف میں یہ عنصر شامل ہے کہ وہ حکومت کے بنیادی دستور کو تسلیم نہ کرے اور حکمران کی مخالفت اس بنا پر کرے کہ اپنے آپ کو حکومت کے لیے اس کے مقابلے میں زیادہ مستحق سمجھے اور اس سے خلافت چھیننا چاہے۔

لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس کا سبب مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ میں قصاصِ عثمان کا مطالبہ کر رہا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گشتی مراسلہ میں وضاحت کر دی کہ ہمارا اختلاف صرف دمِ عثمان میں ہے۔ گشتی مراسلہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب دونوں فریق وضاحت کر رہے ہیں تو بغاوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ قصاصِ عثمان میں اختلاف کی وجہ سے یہ حادثہ رونما ہوا، کوئی تیسرا آدمی یا گروہ دہائی دینے لگے کہ نہیں یہ بغاوت ہے بات مردود ہوگی۔ ع من چہ سرایم وطنبورہ من چہ سراید

بھائیو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تمھیں بغض سہی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو کچھ حیا کرلو، جس کے ساتھ نبی وہ حقیقت سے ناآشنا رہے اور تمھیں بذریعہ وحی حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا!!

کیا خدا تعالیٰ سے تمھارا کوئی خصوصی رشتہ ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ تو کون؟ میں خواہ مخواہ۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ۔ (پارہ ۲۶، الحجرات ۹)

''پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔'' (کنزالایمان)

اس آیت کی روشنی میں ذرا حالات کا جائزہ لیجیے!

۱- جنگ شروع ہوئی جس کی وجہ قصاص عثمان کا مطالبہ تھا۔

۲- جنگ ختم ہوگئی اور ختم بھی صلح پر ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مطالبے سے دست بردار ہوگئے؟ اگر نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کیوں بند کی؟ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پس پشت کیوں ڈال دیا؟ قرآن مجید کی رو سے ان کا فرض تھا کہ اس وقت تک جنگ جاری رکھتے جب تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف (بقول شما) نہ لوٹ آتے اور تائب نہ ہو جاتے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگ بند کرنے اور صلح کر لینے سے یہ ثابت ہوگیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی نہ تھے شیعہ کے نزدیک فعلِ امام تو نص قطعی ہوتا ہے، بہذا فعلِ ابو الائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باغی نہ ہونے پر نص قطعی ہے۔

پھر مولوی مقرر کا کہنا کہ ''جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے باغی کہہ دیا تو قیامت تک کوئی بھی اسے غیر باغی ثابت نہیں کر سکتا'' مردود ہوا یا نہ؟

پھر اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جس حسن سلوک کا اظہار ہوا وہ بجائے خود اس الزام کی نمایاں تردید ہے۔

فیصلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تو صرف کوفہ اور حجاز رہ گیا تھا اور اس چھوٹی سی سلطنت کی حفاظت کے لیے جو جاں نثار فوج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھی اس کی جاں نثاری کا عالم یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج سے دس دے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک لے لینے کو نفع کا سودا سمجھتے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی آزاد مرضی سے حقوق امیر معاویہ رضی

کو سونپ کر ثابت کر دیا کہ وہ باغی تو کہاں ہوئے بل کہ منصوص خلیفہ ہیں۔

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو شیعہ اور مولوی مقرر کے نزدیک امام کا یہ فعل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہوا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنے والوں کو قرآن کا واسطہ دینا تو بے سود ہے کیوں کہ موجودہ قرآن سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ اس قرآن کو کتاب الٰہی تسلیم نہیں کرتے، البتہ ان سے یہ کہنا ان کی خیر خواہی کی وجہ سے ضروری ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کا حیا کریں ان کے فعل سے منحرف ہو کر اور برات کا اظہار کر کے کیا منہ دکھاؤ گے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے پہلے حصہ سے ضمناً ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

و ان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما۔ (پارہ ۲۶، الحجرات ۹)

''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔'' (کنز الایمان)

تو صفین میں جو دو گروہ تھے ان کو اللہ تعالیٰ مومن فرماتا ہے، لہٰذا اگر بغض معاویہ کی وجہ سے کوئی آدمی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنے سے باز نہ آئے تو بھی ان کو مومن کہے بغیر چارہ نہیں۔ ہاں، آدمی قرآن کا منکر ہو تو اس سے کچھ بعید نہیں، جو چاہے کہتا پھرے۔ فقط۔ اللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔

محمد عبدالرشید رضوی غفرلہ

المرقوم: ۶ر ذی قعد ۱۴۲۹ھ/ ۵ر نومبر ۲۰۰۸ء

خادم الطلبا جامعہ قطبیہ رضویہ

چک نمبر 233 قطب آباد شریف، تحصیل و ضلع جھنگ

صَافِيَہ لِمَا وَقَعَ بَیْنَ عَلِی وَ مُعَاوِیَہ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا

مصنفہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

پیر سائیں علامہ غلامِ رسول قاسمی مدظلہٗ، سرگودھا

تقریظ سعید

حضرت علامہ مفتی محمد ایوب صاحب ہزاروی

دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

از رُوئے قرآن و حدیث یہ بات ثابت ہے کہ جملہ صحابہ کرام بہ شمول ازواج مطہرات و اہل بیت اطہار قطعی جنتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعد اللہ الحسنیٰ۔ (سورۃ الحدید)

فتح مکہ سے قبل خرچ و جہاد کرنے والے اور بعد میں کرنے والے باہم مساوی نہیں بل کہ پہلے خرچ و جہاد کرنے والوں کا درجہ زیادہ ہے، لیکن پہلے اور بعد میں ایمان لانے والے تمام صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اور کچھ دوسری آیات کریمہ تمام صحابہ کرام کے جنتی ہونے پر قطعی الدلالت ہیں۔ صحابہ کرام کا یہ درجہ اور فضیلت کثرتِ عبادات و صدقات سے نہیں بل کہ محض صحبت نبوی کی برکت سے ہے۔ صحبت نبوی ایک ایسی نیکی

ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری نیکی برابر نہیں ہوسکتی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الا تری ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیہم و سلم و بارک فضلوا بالصحبة علی من عداهم سوی الانبیاء علیہم السلام و ان اویسا قرنیا و عمر مروانیا مع بلوغهما نهایة الدرجات و وصولهما غایة الکمالات سوی الصحبة فلا جرم صار خطاء معاویة خیرا من صوابهما ببرکة الصحبة۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۱۲۰)

صحبت نبوی ایک ایسی نیکی ہے جو اگلے پچھلے تمام سیئات کے لیے کفارہ ہے۔ صحابہ کرام میں جس طرح سیدنا حضرت صدیق اکبر، سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت عثمان غنی، سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم داخل ہیں، یوں ہی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ اُن کے صحابی رسول ہونے میں معمولی شک کی گنجائش بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص محض تاریخی رطب ویابس کی بنیاد پر ان کو گنہگار ثابت کرے بھی تو اُن کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کے لیے صحبت نبوی کفارہ سیئات ہے اور وہ مذکورہ آیت کی رو سے قطعی جنتی ہیں۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ العالی سرگودھا کی تالیفات میں سے ''صافیه لما وقع بین علی و معاویه'' (رضی اللہ عنہما) کا میں نے از اوّل تا آخر مطالعہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر بہت عمدہ تالیف ہے۔ آپ نے رسالہ کے اول میں بدنصیبوں کے بغض بھرے جملہ اعتراضات کے تسلی بخش اور مسکت جوابات دیے ہیں اور آخر میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب خوب صورت ترتیب سے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ مختصر ہے، مگر اس موضوع پر جامع ہے۔ میں نے موصوف کی بعض دوسری تالیفات بھی پڑھی ہیں، ماشاء اللہ آپ نے جس موضوع پر قلم اُٹھایا مسلک حقہ کی بہترین ترجمانی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود مسعود کو مزید بابرکت بنائے! آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین او صلی اللہ تعالی علی حبیبه سیدنا محمد و اله و اصحابه اجمعین۔

الراقم: محمد ایوب ہزاروی، مدرس وخطیب اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ

آج: 25 مارچ 2009ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔
اَمَّا بَعْد...

چند ماہ پہلے ہمیں گھر بیٹھے بٹھائے ایک خط موصول ہوا جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سخت گستاخانہ طریقے سے بارہ سوال داغے گئے تھے۔ ان سوالات کے ساتھ یہ خط بھی موجود تھا جس میں علمائے حق کو اس بدتمیز خط کا جواب لکھنے پر مجبور کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ چناں چہ وہ خط ہم لفظ بہ لفظ شائع کر رہے ہیں۔ اسے پڑھ لینے کے بعد آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہماری طرف سے جواب منظر پر آنے کی تمام تر ذمہ داری سائل پر عائد ہوتی ہے یا پھر سائل کو استعمال کرنے والی لابی پر عائد ہوتی ہے۔ خط یہ ہے:

بہ خدمت جناب پروفیسر ہارون الرشید تبسم صاحب وعلمائے ربانی سرگودھا

السلام علیکم! دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ آپ دین کی خدمت کرتے رہیں، مخلوقِ خدا آپ کے علم سے سیراب ہوتی رہے۔ ہمیں ایک ایسی جماعت سے مجادلہ کا معرکہ پیش آ گیا ہے جس نے ہمارے مسلک کو چیلنج کیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پیش کردہ سوالات کے تحریری جوابات پیش کریں! اگر جوابات پیش نہیں کر سکتے تو ہمارا موقف جو سراپا حق ہے، قبول کر لیں کہ یہی بات اہل حق کے شایانِ شان ہے۔

ہم نے مقامی علمائے الگ الگ رابطہ کیا اور انھیں صورتِ حال سے باخبر کر کے راہ نمائی کی التجا کی۔ مگر ہر ایک نے تحریری جوابات دینے سے گریز کیا اور کچھ علما نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اسے مت چھیڑو! میں نے جواباً عرض کیا کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں بھی یہ مسئلہ اختلافی ہے؟ تو مولانا صاحب خاموش ہو گئے۔ مزید میں نے عرض کیا کہ اختلاف میں بھی ہمیشہ ایک فریق حق پر ہوتا ہے جب کہ دوسرا غلطی پر۔ تو اس مسئلہ میں بھی ہمیں حق کا پہلو تلاش کرنا چاہیے۔ خاموشی اور تذبذب کا رستہ تو نفاق کی علامت ہے۔ اہل حق ہمیشہ حق

کو قبول کر کے اس کی تائید کرتے ہیں جب کہ باطل کو رد کر کے اس کی پُرزور تردید کرتے ہیں۔ یا تو ہم لکیر کے فقیر بن کر اندھی تقلید کے قائل بن کر ہٹ دھرم ہو چکے ہیں یا باطل کا جواب دینے کی ہمارے پاس علمی استعداد نہ ہے یا پھر ہم ضد اور تعصب کا شکار ہو کر حق سے چشم پوشی کر رہے ہیں اور حق کو قبول کرنے والے جذبہ ایمان سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال میں ہم ذئاب فی ثیاب کا نقشہ پیش کر رہے ہیں، جو ایمان سوز اور تباہ کن ہے۔

آپ سے خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر التجا ہے کہ ہماری راہنمائی فرما دیں! ہمیں ان سوالات کے جوابات سے آگاہ فرما دیں تاکہ ہمیں اطمینان قلب نصیب ہو۔ ہمیں تذبذب کی کیفیت سے نکال کر یقین کی منزل پر لایئے! اگر آپ نے بھی خاموشی اختیار کی، حق کو چھپایا اور ہماری راہنمائی نہ فرمائی تو روز قیامت آپ جواب دہ ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں کیا منہ دکھاؤ گے۔ علماے ربانی کی یہ شان نہیں کہ وہ حق کو چھپائیں۔ حق کو چھپانا تو سب سے بڑا ظلم و تعدی ہے۔

حق کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ جب ہم اہل حق ہیں، تو پھر خاموشی کا کیا مطلب۔۔۔؟ کیا باطل کی تردید ضروری نہیں؟ جب کہ دوسرا فریق دعوے سے کہتا ہے کہ آپ سوالات کے جوابات پیش کر کے حق کو سامنے لائیں، ہم قبول کرنے کو تیار ہیں کہ قرآن وسنت میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

اُمید ہے آپ مایوس نہیں فرمائیں گے اور اہل حق ہونے کا ثبوت پیش کریں گے اور ہماری راہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

طالب حق

غلام رسول نقش بندی

خطیب مرکزی جامع مسجد ریلوے روڈ، میاں والی

واضح رہے کہ خط کے ٹائٹل پر جن صاحب کو مخاطب کیا گیا ہے ہم ان سے متعارف نہیں ہیں اور نہ ہی ہم نے انھیں سرگودھا کے علما میں شمار ہوتے سنا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ان سوالات کے جواب ہم نے سائل کو ذاتی طور پر اس کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیے تھے، مگر افسوس کہ اس کے باوجود سائل نے علما کی طرف وہی گھسے پٹے سوالات بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ سائل کی اس حرکت سے ہم معاملے کی تہ تک پہنچ چکے ہیں، مگر فرض کفایہ کی ادائیگی کی غرض سے سائل کے سوالوں کے جواب شائع کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جو جوابات ہم نے سائل کو ذاتی طور پر بھیجے تھے، یہ مضمون ان کی نسبت زیادہ مفصل ہے۔

سوالوں کے جواب

سوال ۱:- فرمان خدا ہے: ایک مومن کو عمداً قتل کرنے والا دائمی جہنمی ہے۔ اس پر اللہ کا غضب و لعنت ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ تو جس نے خلیفہ راشد سے بغاوت کر کے بے شمار صحابہ کا قتل عام کرایا وہ کس قدر اللہ کے غضب و لعنت کا مستحق ہوگا۔ وہ آپ کے علم و اعتقاد میں جنتی ہے یا جہنمی؟

جواب:- اوّلاً: آپ نے جو فرمان خدا نقل کیا ہے اس کے بارے میں جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو توبہ نہ کرے۔ (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ۔

یعنی جو شخص توبہ کرے میں ضرور بخشنے والا ہوں۔ (طٰہٰ: ۸۲)

اور حدیث شریف میں ہے کہ سو آدمیوں کے قاتل نے جب سچے دل سے توبہ کی تو اللہ نے اسے بخش دیا۔ (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۹، المستدرک صفحہ ۲۵۷)

نیز مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے لیے ہے جس نے مسلمان کے قتل کو حلال سمجھا۔ (ابن جریر جلد ۳ پارہ ۵ صفحہ ۲۱۶، بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)

ثانیاً: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اچھی نیت سے اپنی لاش جلانے کی وصیت کرنے والا بخشا گیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۹)

اور بُری نیت سے جہاد کرنے اور علم پڑھانے والا جہنم میں گیا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی نیت درست تھی۔ حضرت ابودردا اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کرانے کے لیے زبردست کوشش فرمائی۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو انھوں نے فرمایا کہ میری جنگ صرف عثمان کے خون کی وجہ سے ہے۔ علی نے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں عثمان کے قاتلوں سے خون کا بدلہ دلوائیں، اہل شام میں سے سب سے پہلے میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۲۲۹)

مولا علی خود فرماتے ہیں کہ ہمارے اور معاویہ کے درمیان اور کوئی اختلاف نہیں تھا، صرف

خون عثمان کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ (حاصل "نہج البلاغہ" صفحہ ۴۲۰)

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی قتل و غارت کے بعد بھی انھیں مسلمان قرار دیا ہے۔

حدیث فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)

جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان قرار دیں، ہمارے علم اور اعتقاد میں وہ جنتی ہے اور جو شخص اسے مغضوب، ملعون اور جہنمی کہے وہ خود مغضوب، ملعون اور جہنمی ہے اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹکر لے رہا ہے۔

ثالثاً حدیث پاک میں ہے کہ حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کی مدد کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں میری ملاقات ابوبکرہ سے ہوئی، انھوں نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: اے احنف واپس چلا جا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ۔

یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۸۹، بخاری جلد ۱ صفحہ ۹)

اس حدیث کو اگر آپ کی عینک سے پڑھا جائے تو دونوں طرف کے لشکر معاذ اللہ جہنم میں جا رہے ہیں، خواہ حق پر کوئی بھی ہو۔ اور اگر یہاں تاویل ضروری ہے تو یہی تاویل حدیث عمار میں بھی ضروری ہے۔

سوال 2: -قرآن و سنت کی رو سے صحابی و باغی کی تعریف و جزا کیا ہے؟ کیا صحابی اور باغی کو ایک ہی زمرہ میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہ؟

جواب: --جس مسلمان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور مرتد نہیں ہوا وہ صحابی ہے۔

قرآن شریف میں اللہ کریم جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ

وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ۔

یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو جو بغاوت کرتا ہے اس کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ (الحجرات: ۹)

اس آیت میں مومنین کے دو گروہوں کا ذکر ہے جو آپس میں لڑ پڑیں۔ حکم یہ ہے کہ مومنوں کا ایک گروہ اگر مومنوں کے دوسرے گروہ پر بغاوت کرے تو مظلوم کا ساتھ دو۔ یہاں بغاوت کرنے والے کو بھی مومن کہا گیا ہے اور جس کے خلاف بغاوت کی گئی ہو اسے بھی مومن کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی ہونے کے باوجود مومن ہے۔

اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔

یعنی ظلم کرنے والے لوگ حق کے بغیر بغاوت کرتے ہیں۔ (شوریٰ: ۴۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک بغاوت حق پر ہوتی ہے اور دوسری بغاوت حق کے بغیر ہوتی ہے۔ یہی بات اہل لغت نے بھی لکھی ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ یہی آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

فَخَصَّ الْعُقُوْبَۃَ بِبَغْیِہٖ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حق کے بغیر بغاوت کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

(المفردات صفحہ ۵۴)

اسی آیت سے لفظ بغاوت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اَلْبَغْیُ قَدْ یَکُوْنُ مَحْمُوْدًا وَّ مَذْمُوْمًا۔

یعنی بغاوت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ (المفردات صفحہ ۵۴)

"المنجد" میں بغاوت کے دو معنی لکھے ہیں:

(۱) تلاش کرنا یا مطالبہ کرنا

(۲) ظلم اور نافرمانی کرنا۔ (المنجد اردو صفحہ ۹۴)

قرآن اور لغت کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ باغی کا لفظ وسیع ہے اور ہر باغی کافر اور جہنمی نہیں ہوتا بلکہ اس لفظ کا اطلاق مومنین صادقین پر بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بغاوت کے باوجود مجتہد تھے، لہٰذا ان پر کوئی گناہ نہیں۔ لکنھم مجتھدون فلا اثم علیھم۔ (شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۳۰۶)

ثانیاً: باغی کا معنی کچھ بھی ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی غلام کے لیے یہ لفظ استعمال فرمائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں اور چھوٹوں کو تنبیہ اور سب کر سکتے ہیں۔ جس طرح

اللہ کریم نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ

وَ عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ (طٰہٰ:۱۲۱)

اس آیت کا ترجمہ علما نے اس طرح فرمایا ہے کہ آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (ترجمہ کنزالایمان از اعلیٰ حضرت)

حالاں کہ قرآن کے اصل الفاظ عصٰی اور غوٰی ہیں۔ عصٰی کا لفظی معنی ہے: نافرمان ہوا، اور غوٰی کا لفظی معنی ہے گم راہ ہوا۔ کیا آپ یہ جرأت کر سکتے ہیں کہ جس طرح آپ نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے لفظ کی وجہ سے باغی کہا ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ۔معاذ اللہ۔ عاصی اور غاوی کہہ دیں؟

اگر یہاں ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت تاویل پر مجبور کر رہی ہے، تو اسی طرح ہمیں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور ان کے فضائل تاویل پر مجبور کر رہے ہیں۔

ثالثاً: جسے ہم صحابی کہہ رہے ہیں اور آپ باغی و مرتد ثابت کر رہے ہیں اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی سے جنگ لڑ چکنے کے بعد مسلمان قرار دیا ہے۔ (بخاری ۱/۵۳۰)

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق وہ صحابی ہی تھے، باغی و مرتد نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ (بخاری ۱/۵۳۱)

لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، باغی اور مرتد نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہو چکی ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث میں اُن کی واضح اور زبردست منقبت موجود ہے۔ فِی هٰذَا الْحَدِیْثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِیَةَ۔

(حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں نہ کہ مرتد۔ اور جو شخص اتنی تصریحات کے باوجود امیر معاویہ پر زبان درازی کرتا ہے، وہ خود باغی ہے اور مرتد ہو کر مرے گا۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔ ''جو اللہ کے ولی سے عداوت رکھتا ہے اس کے خلاف اللہ کا اعلانِ جنگ ہے۔''

سوال 3:- احادیثِ متواترہ کا ماننا مثلِ قرآن ضروری ہے۔ ایسی متواتر حدیث کے خلاف اعتقاد و عمل ہدایت ہے یا گم راہی؟

جواب:۔ حدیثِ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ متواتر نہیں۔ اور اگر اسے کسی نے متواتر کہہ بھی دیا تو با تحقیق اس حدیث کا تواتر ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اس حدیث کے تواتر پر آپ کا وثوق آپ کی خود غرضی اور عدم تحقیق کا بہترین مظہر ہے۔

اور اگر یہ حدیث متواتر ہو بھی تو پھر کیا ہوا؟ کس بد بخت نے اس حدیث کا انکار کیا ہے؟ انکار تو ہم صرف اس مفہوم کا کر رہے ہیں جو آپ نے پوری امت کے خلاف محض اپنی ذاتی رائے سے کشید کر لیا ہے۔ بتایئے! اس حدیث سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جہنمی ہونا کہاں سے ثابت ہوا..؟

بعض اوقات بغاوت کرنے والا ظالم ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل باغی ظالم تھے۔ کبھی حکمران اور بغاوت کرنے والے دونوں مجتہد ہوتے ہیں اور محض نیک نیتی کی بنا پر جنگ ہو جاتی ہے جیسا کہ مولا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں جنگ ہوئی اور مولا علی و سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جنگ ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق حق پر تھیں۔ اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فوج کو باغی گروہ قرار دیا ہے فئة باغية (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۵) اسی فوج کو مسلمان گروہ بھی قرار دیا ہے فئتین من المسلمین (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰) اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرما رہے ہیں کہ یہ محض برادرانہ اختلاف تھا۔ (حاصل "نہج البلاغہ" صفحہ ۴۴۴)

سوال 4:۔ اجتہاد کی تعریف۔ اجتہاد کب روا ہے؟ اجتہاد بالقلم یا بالسیف ہے؟ وہ کیا شرائط ہیں جن کا مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے، جس سے وہ درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اور مجتہد کو اپنی صریح خطا کا علم و یقین ہونے پر رجوع کرنا ضروری ہے یا نہ؟

جواب:۔ جس مسئلے کا حل قرآن و سنت اور اجماع میں نہ ملے قیاس کے ذریعے اس کا حل نکالنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ واضح حکم موجود نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجتہد کے لیے قرآن و سنت کا عالم ہونا اور اجماعی مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ مجتہد کو اپنی خطا کا علم ہو جائے تو اس پر رجوع کرنا لازم ہے، لیکن اگر اسے اپنی خطا کا علم نہ ہو سکے اور وہ خود کو حق پر ہی سمجھ رہا ہو تو اس کی خطا معاف ہے بلکہ اسے اجتہادی خطا پر بھی اجر ملے گا۔ (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۴)

ثانیاً: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مولا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مسئلہ واقعی اجتہادی تھا اور اس میں غلط فہمی کی واضح گنجائش موجود تھی اور صرف امیر معاویہ ہی نہیں بلکہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا میں بھی اجتہادی اختلاف ہوا۔ مجتہد کا اپنے موقف پر ڈٹے رہنا یا

اس سے رجوع کر لینا ایک الگ بحث ہے۔

ثالثاً: اجتہاد کی شرائط کچھ بھی ہوں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد (فقیہ) قرار دیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)

لہٰذا یہ سوال آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھیے کہ مجتہد کی شرائط کیا ہیں اور آپ نے معاویہ کو فقیہ کیوں قرار دیا ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا، لہٰذا کسی پر کوئی گناہ نہیں۔ قال العلماء: الخ۔

(نووی علی مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

اہل سنت کی درسی کتاب ''شرح عقائد نسفی'' میں ہے کہ

فله محامل و تاویلات۔ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۶۳)

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا۔ (تطہیر الجنان صفحہ ۳۵)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

کان عن خطاءٍ فی اجتهادهم۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۵)

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا۔ (نبراس صفحہ ۳۰۷)

امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ

کل مجتهد مصیب او المصیب واحد و المخطی معذور بل ماجور۔

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۳۳۵)

فرمائیے! جس مسئلے کے اجتہادی ہونے کا اشارہ حدیث میں موجود ہے۔ دعواهما واحدة۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اسے اجتہادی سمجھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اختلاف صرف خونِ عثمان میں تھا۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۳۴۴)

اور اسی لیے فرماتے ہیں کہ دونوں طرف کے مقتول جنتی ہیں۔ (طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۶)

اس کے علاوہ یہ مسئلہ پوری اُمت کو اجتہادی نظر آ رہا ہے آپ کی فسادی نگاہ کو اس کا اجتہادی ہونا کیوں دکھائی نہیں دیتا؟ پہلے آپ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مولا علی رضی اللہ عنہ اور پوری اُمت کے علما کے مقابلے پر اپنی اوقات، علم اور قوتِ فیصلہ کے بارے میں ہمیں آگاہ فرمائیں!

سوال 5:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بالواسطہ یا بلاواسطہ گالیاں دینے والا، تنقیص و توہین کرنے والا،

بغض وعداوت رکھنے والا، نافرمانی کرنے والا مومن ہے یا منافق ومرتد؟

جواب: ۱- علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو دی جانے والی وہ گالی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گی اس سے مراد نسبی گالی ہے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۸)

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا، تنقیص وتوہین کرنے والا، صریح نافرمانی کرنے والا کافر ہے، اگر پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو جائے گا۔

۳- نبی کو گالی دینے اور صحابی کو گالی دینے میں یہ فرق ہے کہ نبی کو گالی دینا کفر وارتداد ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ جب کہ صحابی کو گالی دینا فسق وفجور ہے اور اس کی سزا کوڑے مارنا ہے۔ (الشفا جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

یہ ایک عام آدمی کی بات ہو رہی ہے کہ اگر ایک عام آدمی صحابی کو گالی دے تو اسے کوڑے مارے جائیں۔ لیکن اگر صحابہ کا آپس میں کوئی اختلاف ہو جائے اور ایک صحابی دوسرے صحابی کو گالی دے تو یہ صورت حال بالکل مختلف ہے۔ دونوں طرف صحابی ہیں اور چوٹ برابر کی ہے، اگرچہ درجات کا فرق سہی۔ یہاں ہمارے لیے منہ بند رکھنا لازم ہے۔

۴- مگر یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کبھی گالی نہیں دی۔ عربی زبان میں گالی کو بھی ''سَبّ'' کہتے ہیں اور ناراضگی یا ڈانٹ ڈپٹ کرنے کو بھی سَبّ کہتے ہیں۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ دو آدمیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سَبّ کیا۔ فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر میں کسی مسلمان کو سَبّ کروں یا اس پر لعنت بھیجوں تو اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دینا اور رحمت میں تبدیل کر دینا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۳)

کیا کوئی مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو گالی دی ہو گی؟ معلوم ہو گیا کہ عربی زبان میں سب وشتم سے مراد کسی سے ناراضگی کا اظہار بھی ہوتی ہے۔ خصوصاً حضرت مولا علی کو سَبّ کرنے سے کیا مراد تھی؟ اس کے بارے میں بھی حدیث سن لیجیے!

ایک آدمی نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مدینہ کا فلاں امیر منبر پر کھڑا ہو کر حضرت علی کو گالیاں دیتا ہے۔ حضرت سہل نے پوچھا: وہ کیا الفاظ کہتا ہے؟ اس نے کہا: وہ حضرت علی کو ''ابو

تراب'' کہتا ہے۔ حضرت سہل ہنس پڑے اور فرمایا: اللہ کی قسم اس نام سے انھیں خود حضور ﷺ نے پکارا ہے اور خود حضرت علی کو یہ نام سب سے زیادہ پیارا تھا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۵)

واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں حضرت معاویہ کی بات ہی نہیں ہو رہی۔ یہاں مروان بن حکم کی بات ہو رہی ہے جو مدینہ کا گورنر تھا۔

اس قسم کی باتیں جب متعصب اور تقیہ باز شیعوں کے ہاتھ لگیں تو انھوں نے ایسی ہی باتوں کو یا تلخ کلامی اور برادرانہ نوک جھوک کو گالیاں بنا ڈالا اور تاریخ کی کتابوں میں لکھ ڈالا۔ سب کا ترجمہ گالی پڑھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید خدانخواستہ ماں بہن کی گالیاں دی گئی ہوں گی، حالاں کہ کوئی مائی کا لال تاریخ کی کتابوں میں ایسی گندی گالیاں نہیں دکھا سکتا۔

سوال 6: -خلیفہ راشد کی اطاعت فرض ہے۔ فرض کا منکر و مخالف مومن ہے یا کافر؟

جواب: -خلیفہ راشد کی خلافت متحقق ہو جانے اور طے پا جانے کے بعد اس کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چوں کہ عدم اطاعت کے لیے خونِ عثمان کے سبب تاویل موجود تھی اور اس وقت تک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت مستحکم بھی نہیں ہوئی تھی کہ نافرمانی فرض کا ترک ٹھہرتی۔ لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں جھٹ سے بدتمیزی کرنے کی بجائے ادب اور احتیاط کا دامن تھامنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى۔

یعنی صحابہ کے اختلاف کے باوجود اگر کوئی شخص کسی ایک کی بھی پیروی کرے گا تو وہ اللہ کے نزدیک ہدایت پر سمجھا جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)

روافض کی کتاب ''احتجاج طبرسی'' میں ہے کہ

اِخْتِلَافُ اَصْحَابِيْ لَكُمْ رَحْمَةٌ۔

یعنی میرے صحابہ کا اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔ (احتجاج طبرسی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵،۱۰۶)

حضور کریم ﷺ نے صحابہ کے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے اور آپ اس اختلاف پر انھیں جہنم واصل کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما ایک دسترخوان پر موجود ہوں اور آپ کی بدتمیزیاں آپ کے گلے کا پھندا بن چکی ہوں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُتَقٰبِلِيْنَ۔

یعنی ہم ان کے دلوں سے ناراضگیاں ختم کر دیں گے، وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے اور ایک

دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (حجر:۴۷)

مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ میں، طلحہ، زبیر اور عثمان انھی لوگوں میں شامل ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔

(بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۷۳، البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۹، بے شمار تفاسیر)

سوال 7:- ایک صاحب ایمان تمام ارکان وفرائض اسلام وجمیع ضروریات دین وایمان پر پختہ یقین وایقان رکھتا ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار، خلفاے راشدین، صحابہ کرام، اولیاے اُمت کا ادب وعشق رکھنے والا پیروکار ہے۔ امیر عامہ معاویہ کو باغی جاننے سے کیا اس کا ایمان کامل نہیں؟ اگر آپ کے اعتقاد وایمان وعلم میں تکمیل ایمان کا دارومدار معاویہ کے ماننے پر ہی ہے تو قرآن وسنت میں اس کے جواز میں کیا دلائل ہیں؟

جواب:- یہی بات ایک قادیانی، خارجی اور رافضی بھی کر سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی ان سب چیزوں کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں، مگر اپنی مرضی کی صرف ایک ڈنڈی مارتے ہیں اور یہی حال آپ کا بھی ہے۔

ثانیاً: آپ نے سوال میں اپنے آپ کو صحابہ کرام، اولیاے اُمت کا ادب وعشق رکھنے والا پیروکار لکھا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کے بعد آپ کی یہ بات جھوٹی ثابت ہو گئی۔ نیز آپ نے سوال نمبر گیارہ میں لکھا ہے کہ ضدی ومتعصب ملاں وصوفی معاویہ کی حمایت پر مصر ہے۔ یہ جملہ لکھنے کے بعد آپ خود کو اولیاے امت کا ادب وعشق رکھنے والا پیروکار کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ پرانے اولیا کو مانتے ہیں تو ان اولیا رحمہم اللہ کا عقیدہ بھی وہی تھا جو ہمارا عقیدہ ہے۔ چناں چہ حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عمرو بن شرحبیل ہمدانی، حضرت عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مشاہدات اور عقائد ہم عن قریب بیان کریں گے۔ یہاں ذرا ولیوں کے سردار حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا ارشاد گرامی سن لیجیے!

آپ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ! تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ

سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۶)

اولیائے اُمت بلکہ تمام اولیا کے سردار جو کچھ فرما رہے ہیں وہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ ان اولیا کو چھوڑ کر خدا جانے آپ کون سے اولیا کے پیروکار ہیں۔

ثالثاً: حبیب کریم ﷺ نے فرمایا کہ

دَعُوْا لِیْ اَصْحَابِیْ وَ اَصْھَارِیْ۔

"میری خاطر میرے صحابہ اور میرے سسرال کو کچھ نہ کہا کرو!"

اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو صحابی نظر نہیں آتے تو کم از کم محبوب کریم ﷺ کے سسرالی رشتے کا ہی حیا کر لیا ہوتا۔

رابعاً: ایمان کا دارومدار قرآن و سنت کو ماننے، صحابہ و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا ادب کرنے اور دیگر بہت سی باتوں پر ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اسی دارومدار کا ایک حصہ ہیں۔ جس طرح کسی بھی دوسرے صحابی کو گالی دینا یا جہنمی کہنا خود جہنمیوں والی حرکت ہے اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی گالی دینا یا جہنمی کہنا دوزخیوں والی حرکت ہے۔

ایک صحابیِ رسول جو اللہ کو بالکل اسی طرح مانتا ہے جس طرح مولا علی مانتے ہیں، مولا علی ہی کی طرح نبی کریم ﷺ کو مانتا ہے، مولا علی ہی کی طرح ایمان رکھتا ہے اور اسی کا دعویٰ کرتا ہے۔ مولا علی خود فرمائیں کہ میں اس سے اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق میں زیادہ نہیں ہوں اور نہ ہی وہ مجھ سے زیادہ ہے، ہمارا معاملہ بالکل ایک جیسا ہے، اِختلاف صرف خونِ عثمان میں ہے اور ہم اس خون سے بری ہیں۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۴۴۳)

تقریباً یہی بات بخاری اور مسلم کی حدیث میں بھی موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ تَکُوْنُ بَیْنَھُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِیْمَةٌ وَ دَعْوَاھُمَا وَاحِدَةٌ۔

یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو عظیم گروہوں کے درمیان زبردست جنگ نہ ہو، اُن دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔ (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰، مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دو

گروہوں سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے ساتھی ہیں۔ چناں چہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضٰی فرماتے ہیں کہ

اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا۔

یعنی ہم پر بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں۔

(بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۷۲، اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)

یہی حدیث شیعہ کی کتاب ''قرب الاسناد'' میں بھی موجود ہے۔ (قرب الاسناد جلد ا صفحہ ۴۵)

تو اب آپ بتایئے کہ ان صاف اور سیدھی باتوں کے باوجود امیر معاویہ کو گالیاں دینے کے لیے آپ کے پاس قرآن وسنت میں کیا دلائل موجود ہیں؟ جس شخص کو مولا علی ایمان اور اسلام میں مکمل طور پر اپنے جیسا قرار دیں، اُسے اپنا بھائی کہیں، نبی کریم ﷺ بھی اُن کی برابری کی تصدیق فرمائیں اور اُسے مسلمانوں کے گروہ میں سے قرار دیں، اُسے جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانے کا شوق آپ پر کیوں سوار ہے؟

نبی کریم ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ مولا علی فرما رہے ہیں کہ معاویہ ہمارا بھائی ہے۔ اب بتایئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کون سا رشتہ ثابت ہوا؟ دوسری طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ نبی کریم رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ دینی رشتہ کے علاوہ برادر نسبتی ہونا بھی شک سے بالاتر ہے۔ اب بتایئے کہ امیر معاویہ کو گالی دینا نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کے مترادف ہے کہ نہیں؟

اب ذرا اپنے سوال کا جواب جلیل القدر تابعین کی زبانی لفظ بہ لفظ سن لیجیے! امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بیت سے اتنی زیادہ محبت تھی کہ بعض لوگوں نے ان پر شیعہ ہونے کا شک کر دیا ہے۔ یہی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا: اے زہری! سن لے! جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت پر مرا، اور اس نے گواہی دی کہ عشرہ مبشرہ جنتی ہیں اور امیر معاویہ سے رحم دلی کا رویہ رکھا، اللہ تعالیٰ اس کا ذمہ دار ہے کہ اس سے حساب نہ مانگے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۶)

حضرت ابو توبہ حلبی قدس سرہ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثال صحابہ کرام کے لیے ایک پردے جیسی ہے۔ جس شخص نے آپ پر زبان درازی کردی، اس کی جھجک اتر گئی اور اس کے لیے باقی صحابہ پر زبان درازی کا دروازہ کھل گیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم میں نقص نکالتا ہے۔ کندی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا، بل کہ صرف اس ایک معاویہ میں عیب نکالتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا برا ہو! کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے ایک نیزہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو! انھوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت سچ مچ کسی نے مار دیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

اب آپ خود سوچ لیجیے کہ ایمان کی تکمیل کا دارومدار امیر معاویہ پر ہے یا نہیں۔

سوال 8:- اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلٰى مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ بَيْتِىْ اَوْ قَاتَلَهُمْ اَوْ اَعَانَ عَلَيْهِمْ اَوْ سَبَّهُمْ۔

"بے شک اللہ نے حرام کر دیا جنت کو اس شخص پر جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے جنگ کی یا ان سے جنگ کرنے والے کی اعانت و مدد کی یا ان کو گالی دی۔"

یہ سب کام معاویہ نے کیے۔ اس حدیث کی رو سے معاویہ کے جہنمی ہونے میں قطعاً شک نہ رہا، لیکن حواری ملاں اپنے مفروضوں کے بل بوتے پر معاویہ کو گھسیٹ کر جنت لے جانے کی کوشش میں کام یاب ہوں گے یا خود بھی اس کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنیں گے؟

جواب:- اولاً: آپ نے اس حدیث کا حوالہ نہیں دیا۔

ثانیاً: اہل بیت کی تین اقسام ہیں:

سب سے بڑی اور حقیقی قسم اصلِ اہل بیت ہے وہ ازواج مطہرات اور چار شہزادیاں ہیں۔ ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا سورۃ احزاب میں نص سے ثابت ہے۔

دوسری قسم داخلِ اہل بیت ہے جن میں مولا علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

تیسری قسم لاحق اہل بیت ہیں جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور اُمت کے منتخب لوگ۔

(سیع سنابل اردو صفحہ ۴۹)

اب آپ بتائیے جب مولا علی اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جنگ ہوئی تو دونوں طرف اہل بیت تھے کہ نہیں؟ اور سیدہ صدیقہ اعلیٰ درجہ کی اہل بیت ہیں کہ نہیں؟ اہل بیت ہونے

کے ساتھ ساتھ وہ مولا علی کی ماں تھیں کہ نہیں؟ اور قرآن کے مطابق ماں کو اُف کہنا بھی منع ہے کہ نہیں؟ اب آپ کا مولا علی پر کیا فتویٰ ہوگا؟

ہمارے نزدیک اُس جنگ میں بھی اجتہادی اختلاف ہوا تھا اور اس جنگ میں بھی۔ تحقیق کے لحاظ سے مولا علی کا موقف درست تھا، مگر فریق ثانی ان سے بڑھ کر اہلِ بیت تھا۔ ان کی شان میں بدتمیزی کرنا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے درمیان ناراضگی کا ذکر قرآن میں موجود ہے، چھوٹا بھائی اپنے بڑے پیغمبر بھائی سے ناراض ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو داڑھی مبارک سے اور سر کے بالوں سے پکڑ لیا۔ (حاصل طٰہٰ: ۹۴)

لیکن چوں کہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے، لہٰذا ہمیں ادب کی وجہ سے خاموش رہنا چاہیے۔ مولا علی اور سیدہ صدیقہ میں ناراضگی ہوگئی۔ (عام کتب تاریخ)

مولا علی اور سیدۃ النساء میں جھگڑا ہوا اور سیدۃ النساء روٹھ کر نبی کریم ﷺ کے ہاں چلی گئیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ۔

جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (بخاری جلد اصفحہ ۵۳۲)

اگر آپ میں معمولی بھی خدا خوفی اور احتیاط کا مادہ موجود ہے تو اس خطرناک صورتِ حال میں خاموشی کو ہی ترجیح دیں گے اور اگر قسمت پھوٹ چکی ہے اور بدبختی غالب آ گئی ہے تو بھاری بجلی کے خطرناک تاروں میں انگشت زنی کرتے رہیے۔ اہلِ سنت ایسے معاملات میں ادب کی وجہ سے خاموش رہا کرتے ہیں۔

ثالثاً: حدیث شریف میں ہے کہ جس نے میرے اہلِ بیت سے جنگ کی اس کے ساتھ میری جنگ ہے اور جس نے ان سے صلح کی اس سے میری صلح ہے۔ آپ کو حضرت امیر معاویہ کا مولا علی سے جنگ لڑنا تاریخ میں نظر آ گیا ہے تو فرمائیے کہ اس جنگ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا نظر کیوں نہیں آیا؟

سوال 9: -من عادی لی ولیاً فقد اذنته بالحرب یعنی جس نے میرے ولی سے عداوت ومخالفت کی میرا اُس سے اعلانِ جنگ ہے۔ تو جس نے عمر بھر امام الاولیا سے جنگ وجدل کا سلسلہ جاری رکھا اور خطبہ جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتا اور کرواتا رہا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اعلانِ جنگ کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔

ایسے شخص پر اللہ کا غضب ہے یا رحمت؟

جواب: -مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا میں مولا علی کا خصوصی نام نہیں ہے، بل کہ جس طرح مولا علی اللہ کے ولی ہیں اسی طرح امیر معاویہ بھی اللہ کے ولی ہیں۔ ہاں درجات کا فرق ضرور ہے۔ درجات اور مراتب کا فرق جس طرح انبیا علیہم السلام میں پایا جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرام بھی سارے ایک جیسے نہیں ہیں۔

آپ نے یہ حدیث اس مفروضے کی بنا پر نقل کی ہے کہ امیر معاویہ اللہ کے ولی نہیں ہیں۔ یہ آپ کا خانہ ساز مفروضہ ہے جس کی تردید ہم ساتھ ساتھ کرتے آرہے ہیں۔ اور یہ جنگ ایک ولی کی دوسرے ولی کے ساتھ تھی جس طرح اہل بیت کی باہمی رنجشیں تھیں۔ اللہ کے ان پیاروں پر باہمی جھگڑوں کے باوجود رحمت ہی رحمت ہے اور انہیں برا کہنے والوں پر اللہ کا غضب ہے خواہ رافضی ہوں یا خارجی۔

سوال 10: -"مومن ہی علی سے محبت کرے گا اور منافق ہی علی سے بغض رکھے گا"

معاویہ کا زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ و جدل کرنا اور ان پر لعن طعن کرنا اور کرانا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی علامت ہے یا بغض کی؟ اس حدیث اور کردار معاویہ کی روشنی میں معاویہ مومن ہے یا منافق؟

جواب: -امیر معاویہ کے دل میں مولا علی کا بغض نہیں تھا۔ اور نہ ہی وہ جنگ وجدال بغض کی بنا پر تھا۔ جس طرح سیدنا موسیٰ وسیدنا ہارون علیہما السلام کے دلوں میں ایک دوسرے کا بغض نہ تھا، مگر حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی مبارک پکڑ لی اور جس طرح مولا علی کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بغض نہ تھا، مگر پھر بھی جنگ ہوئی اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور مولا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہوا۔

معلوم ہوا کہ جنگ یا جھگڑے کے لیے بغض کا ہونا ضروری نہیں۔

ثانیاً: یہ حدیث ترمذی میں ہر صحابی کے بارے میں بھی موجود ہے کہ

من احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم۔

(ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)

سوال 11: -ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی وجہنمی ہونے پر اجماع ہے۔ جب نہ یزید اول (امیر عامہ معاویہ) جو یزیدیت کا بانی اور اسے تقویت دینے والا انتشار ملت

کو پروان چڑھا کر اتحاد ملت کو تباہ کرنے والا تحریف دین اور ملوکیت کی بنا قائم کرنے والا۔ قاتل آل واصحاب باغی کا کردار یزید کے کرتوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ بہ ایں ہمہ ضدی ومتعصب ملاں وصوفی یزید اوّل (معاویہ) کی حمایت پر مصر ہے۔ کیا یزید اوّل (معاویہ) اور یزید ثانی کے کردار وکرتوت میں مماثلت نہیں ہے؟

جواب:- اوّلاً: آپ کے بہ قول جب ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی وجہنمی ہونے پر اجماع ہے تو پھر آپ ہی بتایئے کہ وہی اہل حق امیر معاویہ کے جہنمی ہونے پر متفق کیوں نہیں ہوئے؟ جب کہ آپ ہی کے بہ قول امیر معاویہ یزیدیت کا بانی اور یزید کے کرتوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ اس کے لیے آپ کو کھینچا تانی اور محنت کیوں کرنا پڑ رہی ہے۔ آپ کم از کم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو اہلِ حق مانتے ہی ہوں گے۔ ہمیں بتایئے کہ اُنھوں نے چھوٹے یزید کے خلاف تلوار کیوں اٹھائی اور بڑے یزید کے خلاف تلوار کیوں نہ اُٹھائی؟ یہ سوال حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ پر وارد کیا جارہا ہے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۷۶)

آپ اپنے سوال نمبر 7 میں اولیاے امت کا ادب وعشق رکھنے اور پیروکار ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ لہٰذا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرتے ہوئے امیر معاویہ کو اہل حق مان لیجیے ورنہ اولیاء اللہ کی پیروکاری کا فریب دینا چھوڑ دیجیے!

ثانیاً: آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید اوّل، بدتر ایمان سوز اور دین کش کہا ہے۔ ہم یہ معاملہ اللہ ذوالجلال کے سپرد کرتے ہیں جو بڑی غیرت والا قہار ہے۔ فَسَتَعْلَمُ اَیَّ مُنْقَلِبٍ تَنْقَلِبُ۔

ہم زیادہ سے زیادہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے یہی عرض کرسکتے ہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ صحابہ کو گالیاں دینے والو! تمھارے شر پر اللہ کی لعنت۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

ثالثاً: امیر معاویہ اور یزید کے کردار میں آپ کی مزعومہ مماثلت نہیں ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مولا علی فرماتے ہیں کہ میں امیر معاویہ سے بہتر نہیں۔ بل کہ ہم میں مکمل مماثلت ہے۔ مولیٰ علی نے امیر معاویہ کو اپنا مماثل قرار دیا ہے (نہج البلاغہ صفحہ ۴۴۴)

اور آپ انھیں یزید کا مماثل بل کہ اس سے بھی بدتر کہتے ہیں۔ صغریٰ کبریٰ ملا کر جواب

دیکھیے۔ آپ نے مولا علی کو کیا کہہ دیا ہے؟ معاذ اللہ!

سوال 12:- و لا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون۔

''اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ! اور تم حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو۔''

تو کیا ایک باغی دین وملت کو صحابہ میں ملانا اس آیت کا انکار اور صحابہ کی توہین نہیں؟ اور کیا قرآن کی ایک آیت کا انکار کفر نہیں؟

جواب:- امیر معاویہ باغی دین وملت نہیں ہیں، بل کہ صحابی ہیں۔ ہم حدیث شریف لکھ چکے ہیں کہ صحابہ کا اختلاف رحمت ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۵۴، احتجاج طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۶،۱۰۵)

اور جنگ کے باوجود امیر معاویہ مسلمان ہیں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۳۰)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انھیں صحابی بھی مانا ہے اور فقیہ بھی۔ (بخاری جلد ا صفی ۵۳۱)

لہٰذا امیر معاویہ کو صحابی کہنا حق و باطل میں تلبیس نہیں ہے، بل کہ انھیں باغی دین وملت کہنا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث سے ٹکر لینا ہے۔ مولا علی اور امیر معاویہ دونوں حق ہیں جب کہ یزید باطل ہے، امیر معاویہ کو یزید کے ساتھ ملانا حق و باطل کی تلبیس ہے۔

اس سوال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ماننے سے حق و باطل کی تلبیس ثابت کرنا اور پھر اس پر وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ الآیۃ کو چسپاں کرنا جو اس موضوع پر بہ طور نص وارد ہی نہیں ہوئی اور پھر امیر معاویہ کو صحابی ماننے کو اس آیت کے انکار کے مترادف قرار دینا ایسی حرکت ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ سوال گھڑنے والا آدمی یا ٹولہ عالم نہیں ہے۔ اس طرح کی جاہلانہ حرکتیں بعض دوسرے سوالوں میں بھی پائی جاتی ہیں جن پر ہم نے بحث نہیں کی بل کہ خود حسن ظن سے کام لے کر سائل کے مفہوم کو سیدھا کر لیا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ سائل نے صرف اس ایک موضوع پر چند کتابیں پڑھ لی ہیں اور کسی بدتمیز کی صحبت میں کچھ وقت گزارنے کی وجہ سے منھ پھٹ ہو گیا ہے۔

سائل کو جہالت کی وجہ سے اصل سوال اُٹھانے کا سلیقہ نہیں آیا۔ ذیل میں ہم از راہ احسان وہ سوال خود اُٹھا کر اس کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال:- حدیث عمار کے آخری الفاظ تدعھم الی الجنۃ و یدعونك الی النار سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمار کا موقف جنتیوں والا تھا اور حضرت امیر معاویہ کا موقف جہنمیوں والا تھا۔ نیز یہ حدیث فضیلت سیدنا علی و عمار پر نص ہے اور نص کے ہوتے ہوئے اجتہاد

کرنا جائز نہیں۔

جواب:۔ اولاً: یہ حدیث ضعیف ہے۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' میں اسے ضعیف قرار دیا ہے اور حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والامر کذلك فان فی سنده ضعیفا بسقط الاستدلال به۔

یعنی بات اسی طرح ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے جس کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال ساقط ہوتا ہے۔ (تطہیر الجنان صفحہ ۳۵)

فرمائیے! آپ نے ضعیف حدیث کو نص کیسے کہہ دیا؟

ثانیاً: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے سے پہلے کسی کو کیا خبر تھی کہ یہ اسی جنگ میں شہید ہوں گے؟ ان کی شہادت سے پہلے یہ حدیث اجتہاد سے منع کرنے والی نص کیسے ٹھہر گئی؟ بل کہ اس شہادت کے واقع ہو جانے کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ اجتہاد میں مولا علی حق پر تھے، چناں چہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سیدنا علی کا اجتہاد صحیح ہونا اور سیدنا معاویہ کا اجتہاد صحیح نہ ہونا حضرت عمار والی حدیث سے واضح ہوا۔ وممّا یدل علی صحة اجتهاده وخطاء معاویة ص فی مراده الخ۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۵)

باقی رہی حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی فضیلت، تو یہ اجتہاد ان کی فضیلت اور مناقب کے بارے میں نہیں تھا بل کہ سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے بارے میں تھا۔

ثالثاً: ان الفاظ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے لیے جہنم کا استحقاق ثابت ہو رہا ہے بہ شرطے کہ قاتلوں کی بخشش کا کوئی دوسرا سبب موجود نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بخشش کے بے شمار اسباب موجود ہیں۔ مثلاً جس مسلمان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)

حدیث قسطنطنیہ (بخاری جلد اصفحہ ۴۱۰)، سیّدنا امام حسن سے صلح والی حدیث (بخاری جلد اصفحہ ۵۳۰) وغیرہ

رابعاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ۔

یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (مسلم ۲/۳۸۹، بخاری ۱/۹)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ایسا قاتل اور مقتول مراد ہیں جن کے پاس جنگ کے لیے کوئی تاویل اور بہانہ موجود نہ ہو اور ان کی جنگ محض تعصب کی بنا پر ہو۔ اور ان کے جہنم میں جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ جہنم کے حق دار ہوں گے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ انھیں معاف کردے تو یہ ایک الگ بات ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے اور اس طرح کی تمام احادیث میں یہی تاویل ضروری ہے۔ صحابہ کرام کے درمیان جس قدر جنگیں ہوئی ہیں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔ اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے اور ان کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگام دی جائے اور ان کی جنگوں کے بارے میں تاویل سے کام لیا جائے۔ صحابہ مجتہد تھے اور ان کے پاس جنگ کی معقول وجہ موجود تھی۔ انھوں نے نافرمانی کا ارادہ ہرگز نہیں کیا اور نہ ہی دنیا کے لیے جنگ لڑی ہے بل کہ ہر فریق نے یہی سوچا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اور اس کے خلاف جنگ لڑنا واجب ہے تا کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ ان میں سے بعض کا موقف درست تھا اور بعض کو غلطی لگی ہوئی تھی۔ وہ اپنی اس غلطی میں معذور تھے۔ ان کی یہ خطا اجتہادی تھی اور مجتہد سے جب خطا ہوتی ہے تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے۔ یہ ہے اہل سنت کا مذہب۔ ایسی صورتِ حال میں فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا، حتیٰ کہ صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد حیرت کا شکار تھی، وہ دونوں گروہوں سے الگ ہو کر کھڑے رہے اور کسی کی طرف سے بھی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اگر انھیں یقین ہوتا کہ حق کس طرف ہے تو وہ ضرور حق کا ساتھ دیتے اور پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوتے۔ (شرح النووی علی مسلم ۲/۳۹۰)

امام نووی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث عمار کو اگر اس موضوع پر نص سمجھا گیا ہوتا تو بے شمار صحابہ ہرگز غیر جانب داری اختیار نہ کرتے۔

اگر حدیث عمار کو اس کے ظاہر پر رہنے دیا جائے اور ایک گروہ کو جہنمی کہا جائے تو ہماری پیش کردہ بخاری اور مسلم کی متفقہ حدیث دونوں گروہوں کو معاذ اللہ جہنمی بنا دے گی۔ اب آپ خود فیصلہ کیجیے کہ آپ کو ان احادیث میں تاویل منظور ہے یا مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانا منظور ہے۔

میں نہیں کہتا کہ ایسا کیجیے! جو لگے آسان ویسا کیجیے!

حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ سے اگلے سال یعنی سات ہجری میں مسلمان ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال کاٹنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی ہمشیرہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا تمام مومنین کی ماں اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہیں۔ ان کی ہمشیرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ساس ہیں۔ آپ نے اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ سب سے پہلا بحری بیڑا تیار کرایا۔ چالیس سال تک مسند اقتدار پر فائز رہے۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو تریسٹھ احادیث روایت فرمائی ہیں جن میں سے بعض صحیح بخاری جیسی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں: سیدنا ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابودرداء، جریر البجلی، نعمان بن بشیر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم۔

بخاری شریف میں فضائل:۔

۱۔ ایک زبردست حدیث جو عشاق کے مذہب و مسلک کی جان ہے:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰہُ یُعْطِی۔

یعنی اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

اس کے راوی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری چالیس احادیث میری اُمت تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ اسے فقیہ بنا کر اٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بذاتِ خود صحابی اور فقیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی روشنی میں فقیہ کے درجے کو پہنچانے والی چالیس احادیث سے چار گنا زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

ع یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

۲۔ ''صحیح بخاری'' میں حدیث ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بیٹا حسن میری اُمت کا سردار ہے اور ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۳۰)

اس حدیث میں جن دو گروہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک گروہ امام حسن کا اور دوسرا گروہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان دونوں میں صلح اس وقت ہوئی تھی جب مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے۔ اس شہادت کے واقع ہو جانے کے باوجود محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کرنے والوں کو فِئَتَہ مُسْلِمَۃ کہا ہے۔ یعنی مسلمان گروہ۔

۳۔ اسی ''صحیح بخاری'' میں ایک اور حدیث اس طرح ہے کہ

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ فَقَدْ اَوْجَبُوْا۔

یعنی میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا اُن پر جنت واجب ہو چکی ہے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۴۱۰)

سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث میں اُن کی واضح اور زبردست منقبت موجود ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی منقبت موجود ہے۔ فِی ھٰذَا الْحَدِیْثِ مَنْقَبَۃٌ لِمُعَاوِیَۃَ۔

(حاشیہ بخاری جلد ا صفحہ ۴۱۰)

لطف کی بات یہ ہے کہ خارجی حضرات اسی حدیث کے اگلے الفاظ اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ سے یزید کا مغفور ہونا ثابت کرتے ہیں اور رافضی حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ یہ دونوں انتہا پسند ٹولے ہیں جب کہ اہلِ سنت کا مسلک اِن کے بین بین ہے اور راہِ اعتدال کا آئینہ دار ہے۔

''مستدرک حاکم'' میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ

لتفتحن القسطنطنیه و لنعم الامیر امیرھا و لنعم الجیش ذلك الجیش۔

یعنی قسطنطنیہ ضرور بر ضرور فتح ہوگا اور اس کا امیر کیا ہی اچھا امیر ہے اور وہ لشکر کیا ہی اچھا لشکر ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی تائید کر دی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۵ صفحہ ۴۳۸)

''مستدرک'' کی یہ حدیث عقیدۂ اہلِ سنت کے لیے آبِ حیات سے کم نہیں۔

۴۔ حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا۔

یعنی اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے!

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نجد کے لیے بھی دعا فرمائیں!

آپ ﷺ نے پھر وہی دُعا فرمائی، مگر نجد کے لیے دعا نہ فرمائی۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ ہر بار صحابہ کرام نے نجد کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا:

هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ وَ بِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطانی گروہ نکلے گا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۱)

اس حدیث میں نجد کے خارجیوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے نجد کے لیے دعا فرمانے سے انکار کر دیا۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خارجی یا غلط آدمی ہوتے تو آپ ﷺ شام کے لیے بھی دُعا نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کا یمن اور شام دونوں کے لیے دعا فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ یمنی اور شامی نبی کریم ﷺ کے نزدیک نجدیوں کی طرح ناپسندیدہ نہیں تھے۔

۵۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو! وہ رسول اللہ کا صحابی ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)

۶۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہ کا کیا کریں وہ صرف ایک وتر پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ اپنے طور پر ٹھیک کرتا ہے، امیر معاویہ فقیہ ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اُس وقت فرمائی جب جنگِ صفین ہو چکی تھی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے، بل کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بھی گزر چکا تھا۔ یہ ساری باتیں امیر المومنین کے لفظ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت معاویہ کو امیر المومنین کہا گیا اور آپ نے اس کی تردید کرنے کی بجائے انھیں فقیہ کہہ دیا۔ بتائیے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جو حبیبِ کریم ﷺ کے خاندانِ اقدس کے فردِ عظیم ہیں!!

۷۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کاٹنے کا شرف حاصل کیا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۳۳)

نوٹ: - گستاخانِ سیدنا امیر معاویہ کا کہنا ہے کہ بخاری میں باقی صحابہ کے لیے مناقب کا لفظ لکھا ہے جب کہ امیر معاویہ کے لیے ذکرِ معاویہ کے الفاظ ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی کوئی منقبت ثابت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی بخاری میں اسی کتاب المناقب کے

اندر ذکرِ عباس ابن عبدالمطلب کا باب بھی موجود ہے، ذکرِ طلحہ بن عبید اللہ کا باب بھی موجود ہے، ذکرِ اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باب بھی موجود ہے، ذکرِ اُسامہ بن زید کا باب بھی موجود ہے۔ صرف ذکرِ معاویہ کے باب پر یک طرفہ اچھل کود کیسی؟

مسلم شریف میں فضائل:۔

مسلم شریف میں یہ باب موجود ہے:

من فضائل ابی سفیان بن حرب۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسلمان فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے اور نہ ہی انہیں بٹھا رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے تین چیزیں مانگتا ہوں، آپ مجھے عطا فرمادیں! فرمایا: کیا مانگتے ہو؟ عرض کیا: میرے پاس عرب کی سب سے حسین وجمیل بیٹی اُمِ حبیبہ موجود ہے، میں اسے آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ فرمایا: ٹھیک ہے۔ عرض کیا: آپ معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں! فرمایا: ٹھیک ہے۔ عرض کیا: آپ مجھے امارت سونپ دیں تاکہ میں جس طرح مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا رہا ہوں اب مشرکین کے خلاف جنگ کر کے بدلہ موڑ سکوں۔ فرمایا: ٹھیک ہے۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۲، صحیح ابن حبان صفحہ ۱۹۲۲)

اس واقعہ سے پہلے حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو چکا تھا۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے کے بعد اسی نکاح کی تجدید اور اس پر اپنے قلبی اطمینان کی بات کر رہے تھے۔ (شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

ترمذی شریف میں فضائل:۔

ترمذی شریف میں ایک باب کا نام ہے:

مناقب معاویۃ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔

اس میں دو حدیثیں موجود ہیں۔ اس عنوان میں "مناقب" اور "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ پر غور کیجیے اور حدیثیں بھی پڑھیے!

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔ اللّٰھم اھد بہ۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۴، طبرانی اوسط جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس حدیث پر ٹھنڈے دل سے غور کرو! یہ صادق اور مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت کے لیے دعائیں خصوصاً اپنے صحابہ کے لیے دعائیں مقبول ہی مقبول ہیں، کبھی رد نہیں ہو سکتیں۔ غور کرو گے تو تمھیں سمجھ آ جائے گی کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو قبول فرمایا اور معاویہ کو لوگوں کے لیے ہادی اور اپنی ذات کے لیے مہدی بنایا۔ جسے اللہ نے یہ دونوں مرتبے عطا فرما دیے اس کے حق میں اُن خرافات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو باطل اور عنادی لوگ اپنے منہ سے ہانک رہے ہیں۔ (تطہیر الجنان صفحہ ۱۱،۱۲)

۲- سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاویہ کو ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کیا کرو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! اسے ہدایت دے!

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۳، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۹ و اللفظ لہ)

اس حدیث کی شرح میں حضرت اعمش تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر دینا مناسب ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

لو رایتم معاویۃ لقلتم ھذا المھدی۔

یعنی اگر تم معاویہ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ واقعی ہدایت یافتہ ہے۔ (طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۹)

مسندِ احمد میں فضائل:-

۱- اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اسے آگ سے بچا! اللّٰھم علم معاویۃ الکتاب و الحساب و قه العذاب۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷، صحیح ابن حبان صفحہ ۲۲۷۸)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و له فضیلة جلیلة رویت من حدیث الشامیین۔

یعنی اس حدیث میں امیر معاویہ کی فضیلتِ جلیلہ بیان ہوئی ہے۔ (الاستیعاب صفحہ ۶۷۸)

۲- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد مروہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹے۔

یہ حدیث مسندِ امام احمد میں کئی سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ جب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ

حدیث خود معاویہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے والا آدمی نہیں تھا۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۲، طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۷)

سنن سعید بن منصور میں فضائل:۔

۱۔ حضرت نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھی تھا۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہم نے بھی اذان دی اور امیر معاویہ کے لشکر نے بھی اذان دی۔ ہم نے اقامت پڑھی، انھوں نے بھی اقامت پڑھی۔ ہم نے بھی نماز پڑھی انھوں نے بھی نماز پڑھی۔ میں نے دونوں طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں سوچا۔ جب مولا علی رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا، تو میں نے عرض کیا کہ ہماری طرف سے قتل ہونے والوں اور ان کی طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا:

مَنْ قُتِلَ مِنَّا وَ مِنْهُمْ يُرِيْدُ وَجْهَ اللهِ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ، دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

یعنی خواہ کوئی ہماری طرف سے مارا گیا ہو یا ان کی طرف سے مارا گیا ہو اگر اس کی نیت اللہ کی رضا اور جنت کی طلب تھی تو وہ جنت میں گیا۔ (سنن سعید بن منصور جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

۲۔ حضرت عمرو بن شرحبیل ہمدانی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں حصہ لینے والوں کے بارے میں متذبذب تھا کہ فریقین میں سے افضل کون ہے؟ میں نے اللہ کریم سے عرض کیا کہ میری راہنمائی فرمائے جس سے میری تسلی ہو جائے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ مجھے اہل صفین کے پاس جنت میں لے جایا گیا۔ میں حضرت علی کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں جنھوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے رب کو رءوف اور رحیم پایا۔ میں نے کہا: حضرت معاویہ کے ساتھیوں پر کیا گزری؟ انھوں نے کہا: وہ تیرے سامنے موجود ہیں۔ میں ادھر کو بڑھا تو سامنے ایک قوم تھی جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں: جنھوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ انھوں نے کہا: ہم نے اپنے رب کو رءوف اور رحیم پایا۔

(سنن سعید بن منصور، جلد ۲ صفحہ ۳۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۷۲۲)

مصنف ابن ابی شیبہ میں فضائل:۔

ایک سطر اوپر اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

صحیح ابن حبان میں فضائل:۔

اس کے دو حوالے مسلم شریف اور مسند احمد میں فضائل کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دیگر کتب میں فضائل:۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ۔

یعنی اے معاویہ! جب آپ کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں حکمرانی میں مبتلا کیا جاؤں گا۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۰۱، مسند ابو یعلیٰ جلد ۵ صفحہ ۳۲۹، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۰، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۵۵، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۴۶)

۲۔ اللہ اور اس کا رسول معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ (تطہیر الجنان صفحہ ۱۲)

۳۔ حضرت امیر معاویہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے مشورہ لیا کہ معاویہ کو کاتب بنایا جائے یا نہیں۔ حضرت جبریل نے عرض کیا: اس سے کتابت کروایا کریں! وہ امین ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

آپ کا کاتب ہونا ''مسند احمد'' میں بھی مذکور ہے اور اس کی اصل مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ادع لی معاویۃ۔

یعنی معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ! (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)

۴۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''تاریخ'' میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

كَانَ مُعَاوِيَةُ رِدْفَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ! مَا يَلِيْنِيْ مِنْكَ؟ قَالَ: بَطْنِيْ۔ قَالَ: اَللّٰهُمَّ امْلَأْهُ عِلْمًا وَّ حِلْمًا۔

یعنی ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے معاویہ! تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب ہے؟ عرض کیا: میرا پیٹ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے علم اور حلم سے بھر دے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

۵- معاویہ میری اُمت کا سب سے حلیم اور سخی آدمی ہے۔ (تطہیر الجنان صفحہ ۱۲)

۶- اے اللہ! معاویہ کو جنت میں داخل فرما۔ وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۸)

۷- ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھ سے کشتی لڑیں! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا: میں تم سے کشتی لڑتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ نے اس سے کشتی لڑی اور اسے پچھاڑ دیا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے کبھی جنگ نہ لڑتا۔

(الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

۸- محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دَعُوا لِي اَصْحَابِي وَ اَصْهَارِيْ، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

یعنی میری خاطر میرے صحابہ کو اور میرے سسرال کو کچھ نہ کہا کرو! جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔

۹- حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور یہ دونوں صحابی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، ابن ماجہ صفحہ ۱۲، ۱۳)

جب کہ یہ دونوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں شامل تھے اور ان کی شہادت مولا علی کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی۔

اب بتایئے! حضرت عمار بن یاسر کی شہادت حضرت امیر معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی اور حضرت طلحہ و زبیر کی شہادت مولا علی کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی، جب کہ شہید ہونے والے ان

سب صحابہ کے جنتی ہونے کی گواہی احادیث میں موجود ہے۔

اس پیچیدہ صورتِ حال کا حل آپ کے پاس کیا ہے؟ مولا علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے پر سے مٹی صاف کی اور فرمایا: "کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔" (جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۴۸)

مولا علی کا یہ فرمان صاف بتا رہا ہے کہ مولا علی اپنی فوج کو حضرت طلحہ کا قاتل سمجھ رہے تھے۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ نے وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ پڑھ کر فرمایا کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ طلحہ، زبیر اور میں انھی لوگوں میں سے ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آپ کے اس فرمان سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ فوت ہونے تک ان ہستیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں رنجش موجود تھی۔ اور یہی رنجش قیامت کے دن ختم کر دی جائے گی۔

حضرت امیر معاویہ بھی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں ذی طویٰ کا قریشی ہوتا اور مجھے حکومت ہی نہ ملی ہوتی۔ (الاکمال مع مشکوٰۃ صفحہ ۶۱۷)

۱۰- اسی لیے مولا علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ صفین کے بعد فرمایا تھا کہ

قَتْلَایَ وَ قَتْلَا مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔

یعنی میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں۔ (طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۰، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۵۹۶ حدیث: ۱۵۹۲۷)

۱۱- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی بیان کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے سامنے قریشی جوان کا گلہ نہ کرو جو غصے میں بھی ہنستا ہے، رضامندی کے ساتھ جو چاہو اس سے لے لو، مگر اس سے چھیننا چاہو تو کبھی نہ چھین سکو گے۔

(الاستیعاب صفحہ ۶۷۷)

۱۲- حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ جیسی سرداری کسی کی نہیں دیکھی۔ کسی نے کہا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ سب معاویہ سے افضل تھے، لیکن سرداری میں وہ ان سب سے آگے تھے۔

(الاستیعاب صفحہ ۶۷۷)

۱۳- حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا: اے ابو سعید! یہاں کچھ لوگ معاویہ کو جہنمی کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی ان پر لعنت ہو! انھیں کیا خبر جہنم

میں کون ہے؟ لعنهم الله و ما يدريهم من في النار۔ (الاستیعاب صفحہ ۶۷۹)

۱۴- حضرت عمر بن عبد العزیز تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ ابوبکر اور عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ اسی دوران علی اور معاویہ کو بلایا گیا اور دونوں کو ایک کمرے میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں غور سے دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر میں حضرت علی باہر تشریف لے آئے۔ اور وہ فرما رہے تھے: رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں حضرت امیر معاویہ بھی باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میری بخشش ہو گئی۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

۱۵- مولا علی کے ساتھ اختلاف کے دنوں میں شہنشاہ روم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی علاقے میں مداخلت شروع کر دی تو حضرت امیر معاویہ نے روم کے بادشاہ کو خط لکھا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں اپنے چچازاد بھائی علی سے صلح کر لوں گا اور ہم دونوں مل کر تمہیں تمہارے گھر سے بھی نکال دیں گے اور تیرے لیے زمین تنگ کر کے رکھ دیں گے۔ شہنشاہ روم خوف زدہ ہو گیا اور صلح پر مجبور ہو گیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۶، تاج العروس جلد ۷ صفحہ ۲۰۸)

۱۶- جب مولا علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو قتل کا یہ منصوبہ تین افراد کے خلاف تیار کیا گیا تھا: حضرت مولا علی، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت عمرو بن عاص صاف بچ گئے، امیر معاویہ زخمی ہوئے اور مولا علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۳)

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ تینوں ہستیاں ایک جان تھیں اور ان کا دشمن مشترک تھا۔

۱۷ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی اور ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک بھی موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے حضور والی قمیص کا کفن پہنا کر آپ والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیے جائیں اور مجھے اللہ کے حوالے کر دیا جائے۔ (الاستیعاب صفحہ ۶۸۷، الاکمال مع المشکوٰۃ صفحہ ۶۱۷ و مثله في اسد الغابہ جلد ۷ صفحہ ۳۸۷، نبراس صفحہ ۳۰۰، البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۴۸)

۱۸- مشہور و معروف تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ سجدے میں پڑ گئے اور باری باری اپنے رخسار زمین پر رکھ کر رونے لگے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری مغفرت فرما دے، میری خطاؤں سے درگزر فرما، تو وسیع مغفرت والا ہے اور خطا کاروں کے لیے تیرے سوا کہیں پناہ نہیں۔ آپ اپنے گھر والوں کو تقوے کی وصیت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)

یہ سب باتیں اور خصوصاً وفات کے وقت آپ کی زبان مبارک پر اتقوا اللہ کے الفاظ کا جاری ہونا آپ رضی اللہ عنہ کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی واضح دلیل اور ثبت ترین قرائن ہیں۔

محدثین کے اقوال:-

۱- محدثین رحمہم اللہ نے اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں فضائل معاویہ اور ذکر معاویہ کے نام سے باب قائم فرمائے ہیں جن میں سے بہت سی احادیث آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

۲- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے مولا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

یعنی یہ ایک قوم ہے جو تم سے پہلے گزر چکی ہے، ان کے اعمال ان کے لیے تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

۳- حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من شتم احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر او عمر او عثمان او علیا او معاویۃ او عمرو بن العاص، فان قال: کانوا علی ضلال و کفر قتل، و ان شتمهم بغیر هذا من مشاتمة الناس نکل نکالا شدیدا۔

یعنی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص میں سے کسی کو گالی دی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے انہیں گمراہ اور کافر کہا تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر

اس نے صرف گالی دی ہے تو اسے ذلت آمیز سزا دی جائے گی۔ (الشفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۷)

۴۔ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے کئی مناقب اپنی کتاب ''الاستیعاب'' کے صفحہ ۶۷۶ سے لے کر ۶۸۰ تک بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک مناقب ہم نے اس رسالے میں متعدد مقامات پر بیان کر دیے ہیں۔

۵۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لما صالح الحسن و اجتمع علیه الناس فسمی ذلك العام عام الجماعة۔

یعنی جب حضرت امیر معاویہ نے امام حسن کے ساتھ صلح فرمائی اور تمام لوگ متحد ہو گئے تو اس سال کا نام جماعت کا سال رکھا گیا۔ (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۵۶)

۶۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امامِ حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمانا امیر معاویہ کی امارت کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۹۷)

۷۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پرانے بزرگوں نے ان جنگوں کے بارے میں خاموش رہنے کو پسند فرمایا ہے اور نصیحت کی ہے کہ

تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلَا نُلَوِّثُ بِهَا اَلْسِنَتَنَا۔

یعنی جن لوگوں کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا، ان کی غیبت کر کے ہم اپنی زبانوں کو ناپاک کیوں کریں۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۹)

۸۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکمل کتاب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھی ہے جس کا نام ''تطہیر الجنان'' ہے۔

۹۔ حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

وَ مَنْ يَّكُوْنُ يَطْعَنُ فِیْ مُعَاوِيَةَ فَذٰلِكَ كَلْبٌ مِنْ كِلَابِ الْهَاوِيَةِ

یعنی جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۴۳۰)

۱۰۔ امام اہل سنت حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امامِ حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح والی حدیث بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

و به ظهر ان الطعن علی الامیر معاویة طعن علی الامام المجتبی بل علی جده الکریم صلی اللہ علیہ وسلم بل علی ربه عزو جل الخ۔

''اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن دراصل امامِ حسن مجتبیٰ پر طعن ہے، بل کہ ان کے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے، بل کہ ان کے رب عزوجل پر طعن ہے اس لیے کہ مسلمانوں کی باگ ڈور کسی غلط آدمی کے ہاتھ میں دینا اسلام اور مسلمین کے ساتھ خیانت ہے اور اگر سیدنا امیر معاویہ غلط ہیں جیسا کہ طعن کرنے والے کہہ رہے ہیں تو پھر اس خیانت کے مرتکب۔ معاذ اللہ۔ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ٹھہریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خیانت پر رضا لازم آئے گی اور یہ وہ ہستی ہے جس کی شان میں و ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ وارد ہے۔ یہ جملے اس شخص کو فائدہ دیں گے جس کے لیے اللہ نے ہدایت کا ارادہ فرمالیا ہے۔''

(المستند المعتمد صفحہ ۱۹۹)

۱۱- علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں، علامہ قسطلانی نے ''ارشاد الساری'' میں، علامہ کرمانی نے ''شرح کرمانی'' میں اور بے شمار محدثین نے اپنی اپنی کتب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان بیان فرمائی ہے اور ان پر زبان درازی سے منع فرمایا ہے۔ علیھم الرحمۃ و الرضوان الغفران۔

صوفیہ کے اقوال:

اس سے پہلے (۱) حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خواب اور (۲) حضرت عمرو بن شرحبیل ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جمنے والی مٹی بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۹)

۴- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساری زندگی سیدنا امامِ حسن اور سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں وظیفہ پیش کرتے رہے اور یہ دونوں شہزادے بہ خوشی اُسے قبول فرماتے رہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ضرورت مند اپنی حاجت لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! ہمارا رزق راستے میں ہے۔ تھوڑی دیر میں دینار کی پانچ تھیلیاں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے پہنچ گئیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔

قاصد نے عرض کیا کہ امیر معاویہ دیر سے وظیفہ پیش کرنے پر معذرت کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ پانچوں تھیلیاں ضرورت مند کو دے دیں اور اتنی دیر بٹھائے رکھنے پر معذرت چاہی۔

(کشف المحجوب صفحہ ۷۷)

۵۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے خلفا، امرا اور صالحین کی وفات کے حالات میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرمایا ہے، آخری وقت میں آپ کا تسبیح اور ذکر کرنا اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرنا اور حضور کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کے ساتھ کفن دینے کی وصیت کرنا اور اولیائے کاملین کی طرح رقاق ظاہر کرنا تفصیل کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ لما حضرت معاویۃ ابن ابی سفیان الوفاۃ الخ۔ (احیاء العلوم صفحہ ۱۹۶)

۶۔ حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ! تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہٰذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۶)

۷۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے "مثنوی" شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہایت ایمان افروز واقعہ شعروں میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیطان نے حضرت امیر معاویہ کو نماز کے وقت تھپکیاں دے کر سلا دیا۔ جب وہ جاگے تو نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ آپ نماز کے قضا ہونے پر سخت روئے اور پشیماں ہوئے۔ دوسرے دن شیطان نے انھیں بر وقت جگا دیا۔ آپ نے شیطان سے پوچھا کہ تم تو لوگوں کو غافل کرنے پر لگے ہوئے ہو، آج تم نے مجھے نماز کے لیے کیسے جگا دیا؟ شیطان نے کہا: کل نماز کے قضا ہونے پر آپ اتنا روئے اور پشیماں ہوئے کہ اللہ نے آپ کو نماز پڑھنے سے بھی زیادہ اجر دے دیا۔ آپ کو ملنے والا وہ اجر دیکھ کر میں نے سوچا کہ آپ کو غافل کرنے سے بہتر ہے کہ آپ نماز ہی پڑھ لیں۔ اس کے لیے مولانا روم نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

بیدار کردنِ ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ را کہ برخیز کہ وقتِ نماز است۔
یعنی ابلیس کا امیر المومنین معاویہ کو جگانا کہ اٹھو نماز کا وقت ہے۔

(مثنوی معنوی مولانا روم دفتر دوم صفحہ ۲۳۹)

۸- ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم میں نقص نکالتا ہے۔ کندی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا، بل کہ صرف اس ایک میں عیب نکالتا ہوں۔ اس نے حضرت امیر معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو! انھوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت کچ کسی نے مار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

۹- حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں۔ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیوں کہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو انھیں کافر اور فاسق کہنے سے روکتی ہے۔ اہلِ سنت اور رافضی دونوں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں اور دونوں حضرت امیر کے حق پر ہونے کے قائل ہیں، لیکن اہلِ سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت لفظ استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے اور زبان کو ان کے طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ السلام کا صحابی ہونے کا حیا کرتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۹۵ مکتوب نمبر ۳۰۶)

۱۰- امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم ترین صوفی بزرگ ہیں اور حضور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریات کے زبردست پرچارک ہیں۔ آپ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الیواقیت والجواہر'' میں ایک سرخی قائم فرمائی ہے۔ وہ سرخی یہ ہے:

فِیْ بَیَانِ وُجُوْبِ الْکَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ وَ وُجُوْبِ اِعْتِقَادِ اَنَّھُمْ مَاجُوْرُوْنَ۔

یعنی صحابہ کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگام دینا واجب ہے اور ان سب کے ماجور ہونے کا اعتقاد واجب ہے۔

اس عنوان کے تحت آپ نے زبردست بحث فرمائی ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر بعض تاریخ دانوں کی خلاف تحقیق باتوں پر کان نہیں دھرنے چاہئیں اور تاریخ پڑھتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبے اور مقام کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ صحابہ کا مرتبہ قرآن وسنت سے ثابت ہے جب کہ تاریخ محض کچی پکی باتوں کا مجموعہ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ۔

تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهَا سُیُوْفَنَا فَلَا نَخْضِبُ بِهَا اَلْسِنَتَنَا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے خون سے ہماری تلواروں کو بچالیا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو ان کی غیبت کر کے کیوں گناہ گار کریں۔

یہی تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین اپنے کندھوں پر لادا اور ہم تک پہنچایا۔ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک لفظ بھی اگر پہنچا ہے تو انہی کے واسطے سے پہنچا ہے۔ لہٰذا جس نے صحابہ پر طعن کیا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے درمیان ہونے والی غلط فہمیوں کا معاملہ نہایت نازک اور دقیق ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی شخص فیصلہ دینے کی جرأت نہ کرے۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ حضور کی اولاد اور حضور کے صحابہ کا ہے۔ آگے کمال الدین بن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔

لیس المراد بما شجر بین علی و معاویة المنازعة فی الامارة کما توهمه بعضهم و انما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان رضی الله عنه الی عشیرته لیقتصوا منهم الی اخره۔

"علی اور معاویہ کے درمیان جو برادرانہ جھگڑا ہوا اس سے مراد حکومت کی خاطر جنگ لڑنا نہیں ہے جیسا کہ بعض شیعہ کو وہم ہوا ہے۔ یہ جھگڑا محض اس بات کا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ قصاص لے سکیں۔ علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان کو گرفتار کرنے میں تاخیر کرنا بہتر ہے۔ اس لیے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں گڈمڈ ہو چکے تھے۔ ایسی صورتِ حال میں قاتلوں کو گرفتار کرنا حکومت کو ہلا کر رکھ دینے کے

مترادف تھا، اس لیے کہ جنگ جمل کے دن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو فوج سے نکل جانے کا حکم دیا تھا تو ان میں سے بعض ظالموں نے امام علی کے خلاف خروج کرنے اور انہیں قتل کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس کے برعکس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قاتلوں کو فوری گرفتار کرنا چاہیے۔ اب یہ دونوں ہستیاں مجتہد ہیں اور دونوں کو اجر ملے گا۔" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۴۵)

۱۱- حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و كان من المؤلفة قلوبهم ثم حسن اسلامه و كان احد الكتاب لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی پہلے ان کے قلب کی تالیف ہوئی، پھر ان کے اسلام میں حسن آ گیا، اور آپ صر سول اللہ کے کاتبوں میں سے تھے۔ (تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۲)

۱۲- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یکے از اصحاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود و صاحب فضیلت جلیلہ در زمرہ صحابہ رضی اللہ عنہم زنہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطہ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی۔

"جاننا چاہیے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں اور جلیل القدر فضیلت کے مالک ہیں، تم کبھی بھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور انھیں برا بھلا کہنے کی مصیبت میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو جاؤ گے۔" (ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۴۶)

۱۳- حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم لدنی تھا۔ آپ کسی استاد کے پاس نہیں پڑھے تھے۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک مکمل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے "ناہیہ عن ذم معاویہ"۔ نیز اپنی کتاب "نبراس" میں لکھتے ہیں:

ان معاوية رضي الله عنه من كبار الصحابة و نجبائهم و مجتهديهم و لو سلم من صغارهم فلا شك في انه دخل في عموم الاحاديث الصحيحة الواردة في تشريف الصحابة رضي الله عنهم بل قد ورد

فيه بخصوصه احاديث كقوله عليه الصلوٰة و السلام: اللهم اجعله هاديا مهديا و اهد به۔ رواه الترمذی و قوله علیه السلام: اللهم علم معاوية الحساب و الكتاب و قه العذاب۔ رواه احمد و ما قيل من انه لم تثبت فی فضله حدیث فمحل نظر الخ۔

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں، آپ نجیب اور مجتہد صحابی ہیں، اگر آپ کو چھوٹا صحابی بھی مانا جائے تو آپ بلاشبہ ان احادیث کے عموم میں داخل ہیں جو صحابہ کی شان میں وارد ہوئی ہیں جب کہ آپ کے حق میں خصوصی احادیث بھی موجود ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اے اللہ! معاویہ کو ہادی مہدی بنا اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے! (ترمذی)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: اے اللہ معاویہ کو حساب اور کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا! (احمد) اور یہ جو کسی نے کہہ دیا ہے کہ آپ کی شان میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے تو یہ بات قابل قبول نہیں ہے۔ سلف صالحین کے سامنے جب کوئی امیر معاویہ کو برا بھلا کہتا تو وہ غضب ناک ہو جاتے تھے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ معاویہ ایک وتر پڑھتا ہے تو آپ نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو وہ فقیہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ (بخاری) اور ایک آدمی نے خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کے سامنے آپ کو گالی دی، تو انھوں نے اسے کوڑے مروائے اور ایک اور آدمی نے کہا: یزید آخری امیر المومنین ہے۔ آپ نے اسے بھی کوڑے مروائے۔ امام جلیل عبداللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ؟ آپ نے فرمایا معاویہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ جہاد کیا تھا تو ان کے گھوڑے کی گرد بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ ہم نے اس موضوع پر ایک پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام 'الناهيه عن ذم معاويه' ہے۔'' (نبراس صفحہ ۳۳۰)

۱۴- حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو متقی اور اکابر صحابہ میں سے ہیں کے حق میں بغض و حسد رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت ہے۔ (مقابیس المجالس صفحہ ۱۰۱۶)

۱۵۔ ہمارے مرشد کریم قطب الاقطاب فقیہ اعظم حضرت پیر سائیں مفتی محمد قاسم مشوری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ارقام فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنا گمراہی اور مذہب اہل سنت سے خروج ہے۔ اسی طرح کسی بھی صحابی بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اسلام پر جرح کو مستلزم ہے اور نصوص قطعیہ کے انکار کے مترادف ہے۔ و ھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الفقیر محمد قاسم عفی عنہ۔

۱۶۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی نزاع کو ہم متشابہات کے درجہ میں رکھیں گے۔ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم ان کے مرتبہ اور ان کی عظمت میں کسی قسم کا شک کریں اور کیوں کر کریں جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! اور فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک مسلم اور محکم امر ہے جس میں کوئی شک نہیں، لیکن ہم مفضول علیہ کی فضیلت کا بھی انکار نہیں کرتے اور یاد رکھیں کہ وہ تمام روایات جو اس نزاع کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو طبری مؤرخ سے مروی ہیں جو اسماء الرجال کی کتب کی تصریح کے مطابق مردود الروایت ہے اور ابن جریر طبری بلاشبہ شیعہ ہے۔ البتہ ابن جریر طبری مفسر ثقہ (معتبر) لوگوں سے ہے یا وہ روایات ابن قتیبہ سے ہیں، جو الامامۃ والسیاسۃ کا مصنف ہے جو سراسر جھوٹا اور مفتری ہے یا پھر وہ روایات مؤرخ واقدی سے مروی ہیں تو وہ بھی اسی طرح کا ہے کہ نہ اس سے کوئی روایت لیتے ہیں نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ اس نزاع کے متعلق مروی روایات میں من گھڑت روایات بیان کرنے والوں اور کذاب لوگوں کا کافی دخل ہے تو ہم ان کی روایات پر کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں اور

بے شک وہ کاتب وحی ہیں اور اُمّ المومنین (اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا) کے بھائی ہیں اور یقیناً شام و عراق سے یہود کے فتنوں کا قلع قمع کرنے والے ہیں کہ ان کی حکمت عملی نے آتش کدہ عجم کو بجھا کر رکھ دیا جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ اعتقاد رکھو اور ان کا مسلک اختیار کرو! (انوار قدسیہ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے اس اقتباس کو بار بار پڑھیے۔ آپ نے چند سطور میں دلائل کے انبار لگا دیے ہیں، اولیاء اللہ کا نام لے کر ان کا مسلک واضح کر دیا ہے اور چور کو اس کے گھر تک پہنچا دیا ہے۔

اگر یہ تمام اولیا علیہم الرضوان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو پھر آپ کو وہ جنت مبارک ہو جو اولیا کی دشمنی کے نتیجے میں ملا کرتی ہے۔

عقائد کی کتب میں تعلیم:-

عقائد کی تمام کتابوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان کو لگام دینے پر زور دیا گیا ہے۔ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۹۳، شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۵، نبراس صفحہ ۳۰۷، الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۴۵)

شیعہ کی کتب میں فضائل:-

۱- مولا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

اِنَّا لَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيْرِ لَهُمْ وَ لَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيْرِ لَنَا لٰكِنَّا رَاَيْنَا اِنَّا عَلٰى حَقٍّ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ عَلٰى حَقٍّ۔

یعنی ہم انہیں کافر قرار دے کر ان سے جنگ نہیں لڑ رہے اور نہ ہی اس لیے لڑ رہے ہیں کہ یہ ہمیں کافر قرار دیتے ہیں، بل کہ ہمارے خیال کے مطابق ہم حق پر ہیں اور ان کے خیال کے مطابق وہ حق پر ہیں۔ (قرب الاسناد ۱/۴۵)

۲- اِنَّ عَلِيًّا علیه السلام لَمْ يَكُنْ يَنْسِبُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ حَرْبِهٖ اِلَى الشِّرْكِ وَ لَا اِلَى النِّفَاقِ وَ لٰكِنْ يَقُوْلُ: هُمْ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مخالفوں کو نہ ہی مشرک سمجھتے تھے اور نہ ہی منافق، بل کہ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو ہم سے بغاوت پر اتر آئے ہیں۔ (قرب الاسناد جلد ۱ صفحہ ۴۵)

یہی حدیث اہلِ سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

(بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۷۳، اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)

مولا علی کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ کو کافر کہنے والا مولا علی کے فیصلے کا منکر ہے اور ایک مصدقہ مسلمان کو کافر کہہ کر خود کافرانہ حرکت کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر معاویہ سے دشمنی کرنے والا مولا علی کے بھائی سے دشمنی کر رہا ہے۔

آج جو لوگ مولا علی سے جنگ کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر اور جہنمی کہہ رہے ہیں کیا ان میں ہمت ہے کہ وہ مولا علی رضی اللہ عنہ کا ایسا قول دکھا سکیں جس میں انھوں نے امیر معاویہ کو کافر اور جہنمی قرار دیا ہو؟ بل کہ اُلٹا مولا علی انھیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں اور ان کی منافقت نہیں بل کہ اجتہادی اختلاف تسلیم کر رہے ہیں۔

۳- مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتدا اس طرح ہوئی کہ ہمارا اور شام والوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارا رب بھی ایک، ہمارا نبی بھی ایک، ہماری دعوتِ اسلام بھی ایک، نہ ہی ہمارا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے بڑھ کر ہیں اور نہ ہی وہ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے۔ معاملہ بالکل برابر تھا۔ اگر اختلاف تھا تو صرف عثمان کے خون میں اختلاف تھا حالاں کہ ہم اس سے بری تھے۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۴۴۴)

۴- اِخْتِلَافُ اَصْحَابِیْ لَکُمْ رَحْمَۃٌ۔

یعنی میرے صحابہ کا اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔ (احتجاج طبرسی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اس قدر دلائل کے ہوتے ہوئے ان پر زبان درازی کرنا محض بدنصیبی کی علامت ہے۔ اُصول یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن سے کام لینا واجب ہے اور اگر اس کا کوئی نقص یا عیب نظروں میں آئے بھی تو جہاں تک ہو سکے اس میں صحت کا پہلو تلاش کر کے اسے سخت فتوے سے بچانا ضروری ہے۔

ایک عام آدمی کے حق میں احتیاط اور حسنِ ظن ضروری ہے تو ایک صحابی کاتبِ وحی، محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی کے بارے میں کتنا حسنِ ظن ضروری ہوگا اور پھر اس کے بارے میں احادیث میں اس قدر تصریحات موجود ہوں تو اس کے بارے میں لب کشائی کرتے وقت کتنی احتیاط لازم ہوگی۔

میرے عزیز! اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگوں میں مولا علی حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ کا موقف درست نہ تھا، مگر اس کے باوجود انھیں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قرار دیا ہے، لہٰذا ہم ان کی خطا کو اجتہادی خطا اور اچھی نیت پر محمول کرتے ہیں۔ اتنی سی بات ہے، جس کا آپ نے بتنگڑ بنا دیا ہے۔

آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نکالتے رہتے ہیں اور ہم نہایت ادب اور احتیاط کے ساتھ ان کا بہتر محمل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ اپنا اپنا نصیب ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ

لَعَنَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا۔

یعنی اس امت کے بعد والے لوگ پہلے والوں پر لعنت بھیجیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو آپ سے محبت کا دعویٰ کرے گی، اسلام کو رسوا کرے گی، دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کے نظریات عجیب ہوں گے۔ انھیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ مشرک لوگ ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں نہیں آئیں گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں پر طعن و تشنیع کریں گے۔ (دار قطنی کتاب الافراد و صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۱)

واضح رہے کہ آپ کے دوسرے بھائی (خارجی) مولا علی کو غلط کہتے پھرتے ہیں۔

حضور غوث اعظم قدس سرہ لکھتے ہیں کہ خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی بھی امام برحق نہ تھے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۹)

چناں چہ ایک خارجی لکھتا ہے کہ حضرت معاویہ کا موقف ہر اعتبار سے صحیح تھا اور حضرت علی کا صحیح نہ تھا اپنی سیاسی مصلحتوں پر مبنی تھا۔

(تحقیق مزید بہ سلسلہ خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۱۳۷ مصنف عظیم الدین خارجی)

یہ بھی واضح رہے کہ محمود عباسی اینڈ کمپنی خارجیوں نے سیدنا امام حسین علیٰ جدہ و علیہ الصلوٰۃ و السلام کو بھی باغی کہہ دیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

ہمارے نزدیک آپ میں اور ان خارجیوں میں کوئی فرق نہیں، بل کہ بے ادبی اور بد تمیزی، بل کہ بدبختی قدر مشترک ہے۔ اہل سنت کا مذہب رفض اور خروج کے درمیان اعتدال کا آئینہ دار ہے۔

حرفِ آخر

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا عقیدہ قائم کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، مسندِ احمد، سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ اور البدایہ والنہایہ جیسی کتابوں سے ہم نے آپ کے جو فضائل نقل کیے ہیں انھیں فراموش نہ کیا جائے۔

ثانیاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بغاوت کے باوجود مسلمان قرار دیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)

ثالثاً: مولا علی رضی اللہ عنہ نے بھی انھیں بغاوت کے باوجود بالکل اپنے جیسا مسلمان تسلیم کیا ہے۔
(نہج البلاغہ صفحہ ۳۲۲)

رابعاً: امام حسن رضی اللہ عنہ نے انھیں خلافت سونپ کر واضح فرمادیا ہے کہ امیر معاویہ مسلمان تھے، ورنہ لازم آئے گا کہ آپ نے —معاذ اللہ— ایک کافر اور جہنمی کو خلافت سونپی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خامساً: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے بعد امیر المومنین بھی تسلیم کیا ہے اور صحابی ماننے کے علاوہ فقیہ بھی قرار دیا ہے جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)

سادساً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت کی اکثریت گم راہ نہیں ہوسکتی۔
(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۸۳)

جب کہ مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت پر مشتمل ہے اور اہل سنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، مسلمان اور جنتی سمجھتے ہیں۔

سابعاً: بڑوں کے درمیان ناراضگیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ناراضگیاں نبیوں، صحابیوں، ولیوں اور اہلِ بیت کے درمیان بھی ہوتی رہی ہیں۔ ان کی بنا پر اپنے سے بڑے بزرگوں پر زبان درازی کرنا درست نہیں۔

ثامناً: اگر تفصیلی دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ ادب کا دامن نہ چھوڑا جائے۔ غلطی سے کسی کی بے ادبی کرنے سے، غلطی سے کسی کا ادب کرنا بہتر ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں صحت کا پہلو تلاش کر کے اسے کفر کے فتوے سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کسی نے دوسرے کو کافر کہا اور وہ فی الواقع کافر نہیں ہے تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۷)

بعض بد قسمت لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی ثابت کرنے کے لیے جتنی محنت سے کام لے رہے ہیں اس قدر محنت اور تکلف ویسے ہی جائز نہیں ہے، خواہ کسی عام آدمی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چہ جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو پھر بھی ایک صحابی ہیں اور ان کے بے شمار فضائل احادیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ خوب سمجھ لیجیے یہ جملہ بہت قیمتی ہے۔

ابن عساکر نے ابو زرعہ رازی سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک آدمی نے کہا کہ میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ انھوں نے کہا: کس وجہ سے؟ اس نے کہا: اس لیے کہ اس نے علی سے جنگ لڑی تھی۔ ابو زرعہ نے فرمایا: تیرا خانہ خراب! معاویہ کا رب رحیم ہے اور معاویہ سے جنگ کرنے والا علی کریم ہے۔ تمھیں ان دونوں کے درمیان پڑ لینے کی کیا ضرورت ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

الناهيه عن طعن امير المؤمنين معاويه

بسم الله الرحمن الرحيم

عقده الله على حسن الاعتقاد وحب النبي وحب العترة والصحابة
بالاقتصاد صلى الله على سيدهم وعليهم وبلغ منا السلام اليه واليهم

بعد ازاں

اے رفیق مجھ سے یہ رسالہ الناھیہ عن طعن معاویہ قبول کر اور جماعت ناجیہ، رافضیہ عالیہ کی اتباع کر اور فرقہ عالیہ، سرکش وغیرہ سے دور رہ، نیز واہیات اور خالی خولی خطابات کو چھوڑ دے اور عبدالعزیز بن احمد بن حامد "علیہ الرحمۃ" کی کامیابی وکامرانی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کی تصانیف میں برکت فرمائے اور حاسدوں سے ان کو محفوظ فرمائے اللہ تعالیٰ مقدس ومددگار ہے۔ وہی اول وہی آخر ہے۔ کتاب چند فصول پر مشتمل ہے۔

فصل: چند فضائل صحابہ کرام علیہم الرضوان

اس سلسلے میں قرآن کریم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمارے لئے کافی ہے" وہ لوگ کہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل جنگ لڑی اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا برابر نہیں بلکہ وہ ان لوگوں سے بڑے درجہ کے مالک ہیں کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کیا اور جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہر ایک سے اچھائی کا ہے۔ " سورۃ الحدید آیت ۱۰"

ابن حزم کا قول ہے کہ اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کے لئے جنت کی بشارت ہے
حضرت عمران بن حصین سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میری اُمت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جوان کے بعد ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔ "بخاری، ترمذی، حاکم"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرے زمانے کے لوگ بہتر ہیں۔ "الحدیث، بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی کہ جس نے مجھے دیکھا یا جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے۔ "ترمذی، ضیاء المقدسی"

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس کے لئے بھی جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔ "عبد بن حمید، ابن عساکر"

حضرت عبداللہ ابن بسیر سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اس کے لئے خوشخبری اور بہترین ٹھکانہ ہے۔ "طبرانی، حاکم"

حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک، کہ کھانا بغیر نمک کے صحیح نہیں ہوتا۔ "شرح السنہ للبغوی، مسند ابو یعلیٰ"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرا صحابی زمین کے جس خطے میں فوت ہو گا تو وہ قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کے لئے مینارۂ نور اور قائد کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔" ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے، ضیاء المقدسی"

انہی ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے کہ ستارے آسمان کے لئے امن ہیں۔ جب ستارے چھپ جاتے ہیں تو آسمان خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لئے جائے امن ہوں، جب میں "دوسری دنیا میں" چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ مصیبت میں گھر جائیں گے اور میرے صحابہ میری امت کے لئے باعث امن ہیں۔ جب میرے صحابہ بھی رخصت ہو جائیں گے تو میری امت خوفناک پریشانی میں گھر جائے گی۔" اس کو مسلم نے روایت کیا ہے،" اور مسند امام احمد میں ہے کہ آسمان کی خوفناکی اس کا پھٹ جانا ہے۔ صحابہ کے لئے اختلاف و حزن ہوگا اور امت حکمرانوں کے مظالم و مصائب میں گرفتار ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔" نسائی بسند صحیح حسن"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے مابین باہمی اختلاف کے متعلق رب تعالیٰ سے سوال کیا تو بذریعہ وحی مجھے جواب دیا گیا کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم" آپ کے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے، بعض بعض سے قوی ہیں لیکن نور ہر ایک کے لئے ہے۔ پس صحابہ کے باہمی اختلاف کے وقت جس نے بھی جس کسی کی اتباع کر لی تو وہ میرے نزدیک راہ ہدایت پر ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔" اس کو زید نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔" اس حدیث کے آخری جملے میں کلام ہے۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ ضعیف محض ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں موضوع اور باطل ہے۔ ابن ربیع کہتے ہیں کہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا مگر یہ ان کی سنن میں نہیں ہے۔

فصل: صحابہ پر طعن کی ممانعت

حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس لئے کہ تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ جتنا بھی سونا خرچ کر دے تب بھی ان کی ایک مٹھی بھر کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو۔ "بخاری، مسلم، ترمذی"

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جبکہ ابو بکر برقانی نے اس کو شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ اللہ اللہ میرے صحابہ، ان کو اپنی غرض کا ہدف نہ بناؤ، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی ہے، جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے بغض کیا، جس نے ان کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو وہ بہت ہی جلد اللہ کی پکڑ میں آئے گا۔ "ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے"

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر حملے کرتے ہیں۔ "ابن عدی"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، ملائکہ اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے سرکار دو عالم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو تم کہو کہ تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے۔" ترمذی، خطیب"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دیتا ہوا مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک ایسے جانور کو مسلط کر دے گا جو اس کے گوشت کو نوچتا رہے گا۔ وہ شخص قیامت تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے گا۔ "ابن ابی دنیا فی القبور"

انہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پسند کیا پھر ان میں سے کچھ کو میرے وزراء، مددگار و معاون اور رشتے دار بنایا۔ پس جو شخص ان کو گالیاں دے گا اس پر اللہ کی، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی خرچ اور عدل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ " طبرانی، حاکم"

فصل: مسلمانوں کا ذکر خیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالیاں دینا فسق ہے۔" مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ"

ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جبکہ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مغفل اور دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی سا شخص بھی جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہو گا۔

" بخاری، مسلم، مسند احمد"

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک شخص اگر کسی دوسرے کو فاسق اور کافر کہتا ہے اگر دوسرا شخص ایسا نہیں تو پھر پہلا ہی یعنی خود ہی کافر و فاسق ہوگا۔ "بخاری"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل ہے کہ طعنہ زنی کرنے والا، لعنت کرنے والا، بدکلامی کرنے والا اور بدزبان مومن ہی نہیں ہے۔

"ترمذی، بیہقی، احمد، بخاری فی التاریخ، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان"

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب بندہ کسی شے پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چلی جاتی ہے، مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے تو یہاں کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں یعنی زمین و آسمان میں اس کا داخلہ ممنوع ہو جاتا ہے۔ جب اس کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا تو اس شخص کی جانب رجوع کرتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس کا یعنی لعنت کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ "ابوداؤد"

فصل:- مردوں کو گالیاں دینے کی ممانعت

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کو تم گالیاں نہ دو اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے پاس پہنچ چکا ہے۔ "بخاری"

فصل:- باہمی چپقلش کے ذکر کی ممانعت

بہت سے محققین نے ذکر کیا ہے کہ صحابۂ کرام کی باہمی مخالفتوں اور چپقلشوں

کو بیان کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ بعض صحابہ سے بدگمانی نہ پیدا ہو جائے۔ اس کی مزید ایک اور حدیث مرفوع میں ہے کہ کوئی شخص کسی قسم کی شکایت میرے صحابہ سے متعلق مجھے نہ کرے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تم میں سے کسی کی طرف جاؤں تو اس کی طرف سے میرا سینہ پاک ہو۔ "ابو داؤد عن ابن مسعود"

امام ابو اللیث فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس کی لڑائیوں سے متعلق حضرت ابراہیم نخعی سے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ خون ہیں کہ جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے۔ تو کیا اب ہم اس کے ذکر سے اپنی زبانوں کو آلودہ کریں۔ "الخ"

اہلسنت نے تو محض مضطربانہ ان واقعات وحوادثات کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت نے اس سلسلے میں بہت سے جھوٹ اور افسانے گھڑ لئے تھے اور بعض متکلمین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ صحابہ کی باہمی خانہ جنگی کی تمام روایات محض جھوٹ ہیں۔ اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے مگر بعض مناقشات تواتر سے ثابت ہیں۔ اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے کہ جو مشاجرات ثابت ہیں ان کی تاویل کر کے عوام الناس کو وساوس سے بچایا جائے اور جو تاویل کے قابل نہیں ہیں وہ مردود ہیں اس لئے کہ صحابہ کرام کی فضیلت، حسن سیرت اور حق کی اتباع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور اسی پر اہل حق مجتمع ہیں، پھر روایات احاد کس طرح اس کی معارض ہو سکتی ہیں اور روایات بھی متعصبین کا ذہن رافضیوں کی؟

فصل:۔ باہمی رنجش کا مختصر قصہ

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ اہل مصر جب مدینہ شریف آئے

تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر سے معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حاکم بنادیں گے ؛ تو آپ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس پر آپ کے وزیر مروان بن حکم نے عبداللہ کو خط لکھا کہ جب یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا۔ راستے میں مصریوں کی قاصد سے ملاقات ہو جاتی ہے تو انہوں نے قاصد سے وہ خط لے لیا، کھول کر دیکھا تو وہ خط حضرت امیر المومنین عثمان غنی کی طرف سے تھا اور اس پر آپ کی مہر بھی تھی۔ طرہ یہ کہ خط لے جانے والا آپ کا غلام تھا اور آپ ہی کی اونٹنی پر سوار تھا۔ وہ مصری وہیں سے واپس لوٹ آئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو منع کر دیا کہ ان سے لڑا نہ جائے۔ آپ کا مقصود مسلمانوں کو خون ناحق سے بچانا اور تمنائے شہادت تھی جس کی بشارت آپ کو زبان رسالت سے مل چکی تھی۔ چنانچہ ان مصریوں نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پھر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت علی اس سلسلے میں کچھ وقت کے طلبگار تھے تاکہ فتنہ بھی کھڑا نہ ہو اور ان کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے۔ بس یہیں سے بات بڑھ گئی اور اختلاف پیدا ہو گیا اور جو کچھ من جانب اللہ تقدیر میں وہ تو لامحالہ ہو کر رہتا۔ پس حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی بصرہ کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی۔ جس میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر شہید ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ

کی سواری کی کونچیں بھی کاٹ دی گئیں۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جنگ جمل معروف ہوا۔ غرض کہ حضرتِ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہ عزت و اکرام واپس مدینے شریف بھجوا دیا گیا۔ بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین کے مقام پہ دریائے فرات کے کنارے اسی مسئلے پر جنگ ہوئی اور یہ جنگ جاری رہی۔ پھر ایک معاہدہ طے پایا جو کہ صلح کی مانند تھا۔ "اس سلسلے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے"

فصل:۔ مجتہد کی خطا پر عدم مواخذہ

حدیث مرفوع صحیح السند سے ثابت ہے کہ جب حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو اگر وہ فیصلہ درست ہے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور اگر اجتہادی فیصلہ مبنی بر خطا ہے تو اس کے لئے ایک نیکی ہے۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، مسند احمد، ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، پھر بخاری، احمد، نسائی، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص سے بھی روایت کیا ہے نیز اسی روایت کو بخاری نے ابو سلمہ سے بھی نقل کی ہے۔

اجتہاد مصیب پر دو اجر ہیں اور صرف اجتہاد پر ایک نیکی ہے۔ چاروں صحابہ علیہم الرضوان اس جنگ میں مجتہد تھے مگر ان کے اجتہاد میں خطا تھی جبکہ حضرتِ علی مصیب فی الاجتہاد تھے۔ اصول میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مجتہد کو بہر صورت اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجتہد پہ اور اس کے مقلدین پر کوئی ملامت نہیں۔ پس اس جنگ میں شہید ہونے والے اور شہید کرنے والے دونوں فریقین کے لوگ جنتی ہیں والحمد للہ رب العالمین

حضرت ابن سعد حضرت ابی میسرہ عمرو بن شرجیل سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں بہترین گنبد بنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ یہ گنبد ذکلاع اور حوشب کے ہیں اور یہ دونوں حضرت امیر معاویہ کی کمان میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ پھر میں نے پوچھا کہ عمار یاسر اور ان کے دوست کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سامنے ہیں میں نے کہا کہ ان کے بعض نے تو بعض کو قتل کیا تھا۔ کہا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اس کو وسیع المغفرت پایا۔ میں نے کہا کہ اہل نہر یعنی خوارج کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ کہا کہ وہ سختی میں ہیں۔

فصل :۔ فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کو دیگر کھانوں پر فضیلت ہے۔ "بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر"

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی حدیث میں مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کرتے، ہم نے ان کو عالم بالحدیث پایا ہے۔" ترمذی نے کہا کہ یہ روایت حسن صحیح غریب ہے"۔

حضرت ام ہانی ہمشیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ عنقریب تیرے زیور علم اور قرآن ہوں گے۔ "مسند امام اعظم ابوحنیفہ"

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ بات میرے لئے موت کو آسان کر دیتی ہے کہ میں نے تجھے جنت میں اپنی بیوی کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ موت کو مجھ پر آسان کر دیا گیا ہے اس لیے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں دیکھا ہے۔ "مسند امام اعظم ابوحنیفہ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت ہے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ جبریل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ " بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مجھے خواب میں تین راتوں تک دکھائی گئی، فرشتہ تجھے ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا تھا۔ پھر کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ پس میں نے تیرے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی تو ہی تھی۔ میں نے کہا اگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے تو انشاء اللہ عند اللہ ویسا ہی ہوگا۔ " بخاری، مسلم"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دن تحائف کے آنے پر لوگ حیران رہتے تھے۔ تحائف کی ترسیل کا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی تھی۔ آپ فرماتی ہیں کہ ازواجِ مطہرات کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ و دیگر ازواج نبی تھیں۔

"رضوان اللہ تعالیٰ علیہن"

حضرت ام سلمہ کے گروہ نے ان سے کہا کہ اس سلسلے میں آپ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ اپنے صحابہ کو فرمائیں اگر تم مجھے ہدایا بھیجنا چاہتے ہو تو میں جہاں بھی ہوں وہیں بھیجا کرو۔ آنحضرت نے ام سلمہ سے فرمایا کہ مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو اس لئے کہ میرے پاس وحی عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف کے بغیر کسی اور لحاف میں نہیں آتی۔ ام سلمہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو ایذا دی، پھر گروہ ام سلمہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو بلایا اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے فاطمہ بیٹی! کیا تو وہ پسند نہیں کرتی جس کو میں پسند کرتا ہوں۔ عرض کیا۔ ابا جان! آپ کی پسند ہی میری پسند ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میری پسند یہی بات ہے۔ " بخاری، مسلم، نسائی "

تنبیہ :۔ شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں ان کی اپنی روایت سود مند نہیں ہیں تو یہ ان کا گمان فاسد ہے اس لیے کہ پہلی حدیث عظیم منقبت ہے اور تمام روایات کی موثق، صحیح اور مصدق ہے۔

فصل :۔ مناقب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ وہ طلحہ بن عبداللہ جن کی کنیت ابا محمد القرشی ہے قدیم الاسلام اور سوائے جنگ بدر کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ بدر میں اس لئے شریک نہ ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سعید بن زید کے ساتھ قریش کے قافلے کی کھوج لگانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ جنگ اُحد میں حضرت طلحہ کو چوبیس زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ پچھتّر زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیروں، بھالوں اور تیروں کے مجموعی زخم پچھتر تھے۔ ترمذی نے روایت کیا

ہے کہ انہیں سے زیادہ زخم آئے تھے۔ یہیں جمادی الآخر ۳۶ھ بروز جمعرات شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر چونسٹھ برس تھی۔ امام نووی نے ذکر کیا ہے کہ وہ لڑائی کو ترک کر کے دشمنوں میں گھس گئے تھے کہ انہیں ایک ایسا تیر لگا کہ جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیر مروان بن حکم نے مارا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے راضی تھے۔

صحیح مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ حرا پر تھے اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر آنحضرت کے ہمراہ تھے۔ پس پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا، ٹھہر جا تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ترمذی نے عبدالرحمٰن بن عوف وابن ماجہ، امام احمد، ضیاء المقدسی اور دارقطنی نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر جنت میں، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبدالرحمٰن جنت میں، سعد بن ابی وقاص جنت میں، سعید بن زید جنت میں اور ابن جراح جنت میں ہیں۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حسن، صحیح روایت نقل کی ہے کہ جنگ احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دو زرہیں تھیں۔ آپ نے پہاڑی چٹان پر چڑھنا چاہا مگر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آنحضور چٹان پر چڑھ گئے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا کہ طلحہ پر جنت واجب ہو گئی۔

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ وہ شخص جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ شخص ہر ایسے شخص کو چلتا پھرتا دیکھے جس نے "راہ جہاد میں قربان ہونے کی" اپنی نذر پوری کر لی ہو تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کی طرف دیکھے۔

ترمذی اور امام حاکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص جو یہ خواہش رکھتا ہو کہ کسی شہید کو زمین پر چہل قدمی کرتے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھے۔

ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ زمین پر چلتے پھرتے شہید ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی۔ امام ترمذی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک حسن غریب روایت نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک جاہل ناواقف اعرابی بدو" سے کہا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھو کہ: "جن لوگوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے": ان سے مراد کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بدو سے اس لئے دریافت کرایا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و توقیر اور ہیبت کی وجہ سے یہ بات پوچھنے کی اپنے اندر ہمت نہیں رکھتے تھے۔ غرضیکہ اس اعرابی نے پوچھا مگر حضور اکرم نے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر پوچھا تو پھر بھی آپ نے توجہ نہ دی۔ اس نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو آپ نے پھر جواب نہ دیا۔ اتنے میں، میں "طلحہ" مسجد کے دروازے سے

ظاہر ہوا۔ میں سبز لباس میں ملبوس تھا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جو عمن قضیٰ نحبہ، کے متعلق پوچھتا تھا۔ اعرابی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ میں ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص "طلحہ" ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے یہ سنا کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔

امام بخاری قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ شلول ہاتھ دیکھا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے جنگ احد کے دن شل ہو گیا تھا۔

امام بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں باقی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا چھوڑ گئے تھے۔ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس رہ گئے تھے۔ آپ ان کی ہمراہی میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے گھیر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی۔ کہ ہے کوئی یہاں جوان کا مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ طلحہ تم ٹھہرو۔ پھر ایک انصاری نے کہا۔ یارسول اللہ! میں ان سے مقابلہ کرتا ہوں، اور وہ ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ ادھر حضور اکرم نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دوبارہ پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اُدھر وہ انصاری شہید ہو گئے تو کفار نے پھر پیچھا کیا۔ اور حضور علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہے جوان سے مقابلہ کرے۔ حضرت طلحہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا تم ٹھہرو۔ اتنے میں ایک اور انصاری نے کہا، حضور میں حاضر ہوں۔ وہ لڑنے لگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوپر چڑھنے لگے۔ مشرکین اس انصاری کو شہید کرنے کے بعد پھر پیچھے پہنچ گئے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دفعہ یہی ارشاد فرماتے اور حضرت طلحہ ہر دفعہ اپنے آپ کو پیش کرتے حضور علیہ السلام فرماتے۔ تم ٹھہرو۔ پھر کوئی انصاری لڑنے کی اجازت طلب کرتا تو آپ اس کو اجازت دے دیتے اور وہ بھی پہلے والے کی طرح لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے۔ یہاں تک کہ حضور اکرم کے ساتھ سوائے طلحہ کے باقی کوئی نہ رہا یعنی سب شہید ہو گئے۔ مشرکین نے حضور علیہ السلام اور حضرت طلحہ کو گھیرے میں لے لیا۔

پس حضور اکرم نے فرمایا کہ ان کے مقابلے کے لئے کون ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں ہوں۔ تو پھر انہوں نے ایسی جنگ کی کہ جس طرح ان سے پہلے گیارہ انصاریوں نے کی تھی۔ اسی اثناء ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو کہا "حس"۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ طلحہ اگر تو اس موقع پر بسم اللہ کہتا یا اللہ کے نام کو یاد کرتا تو اللہ کے فرشتے تجھے اٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھے آسمان کی فضا میں دیکھتے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر اپنے صحابہ کرام کے مجمع کے پاس پہنچ گئے۔

شیخ نور الحق علیہ الرحمت نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ کو جنگ جمل میں شہیدوں میں دیکھا تو اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی شریف تر ہو گئی تھی۔ پھر فرمایا۔ کہ اے طلحہ میں امید کرتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شمار ہو گا جن کے متعلق رب العزت نے فرمایا ہے: "اور ہم ان کے دلوں میں موجود کدورتوں کو نکال دیں گے اور وہ بھائی بن کر ایک

دوسرے کے سامنے خوش و خرم بیٹھے ہوں گے۔"

فصل:- محمد بن طلحہ کے مناقب میں

کثرت سجود کے باعث آپ کا لقب سجاد مشہور تھا۔ آپ حضور علیہ السلام کے عہد میں تولد ہوئے۔ آپ کا نام "محمد" تھا اور کنیت ابوسلیمان تھی۔

الاستیعاب میں ہے کہ آپ نے جنگ جمل میں شہادت پائی تھی۔ حضرت طلحہ نے ان کو جنگ کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی اثنا میں ان کی زرہ ان کے پاؤں میں پھنس گئی اور اسی پر کھڑے ہو گئے۔ جب کوئی آدمی ان پر حملہ کرتا تو وہ اسے کہتے کہ میں تجھے حٰمٓ کی قسم دیتا ہوں، آخر کار اسود بن ابی البختری نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور پھر یہ شعر پڑھے

و اشعث قوام بآیات ربہ قلیل الاذی فیما یری العین مسلم

خرقت لہ بالرمح جیب قمیصہ فخر صریعا للیدین وللفم

علی غیر شیٔ انہ لیس تابعا علیا ولم یتبع الحق یندم

یذکرنی حٰمٓ والرمح شاجر فہلا تلا حٰمٓ قبل التقدم

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو شہیدوں میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ بڑا خوبرو جوان تھا۔ پھر غمزدہ ہو کر بیٹھ گئے۔ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شہید کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ یہ سجاد ہے جو اپنے باپ کی اطاعت میں شہید ہوا۔

فصل:- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

ان کے اکثر مناقب تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکے ہیں۔

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ زبیر بن عوام قرشی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی پھوپھی حضرت صفیہ آپ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ سولہ برس کی عمر میں مشرف با اسلام ہوئے۔ قدیم الاسلام تھے۔ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے آپ کو دھوئیں کی تکلیف دی گئی مگر وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور تمام غزوات میں شامل رہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہ جہاد میں تلوار کو نیام سے باہر نکالا۔ آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگ احد میں بھی ثابت قدم رہے۔ بصرہ میں صفوان کے مقام پر ان کو عمرو بن جرموز نے شہید کیا۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چونسٹھ برس تھی۔ پہلے وادی سباغ میں انہیں دفن کیا گیا۔ بعد ازاں وہاں سے نکال کر بصرہ میں دفن کئے گئے اور وہیں پر آپ کی قبر مشہور ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت زبیر جنگ سے لوٹ کر نماز ادا فرما رہے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تلوار کو دیکھا اور فرمایا کہ اس تلوار نے چہرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ مدافعت کی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا تھا کہ ابن صفیہ "زبیر" کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دینا۔ اس کے جواب میں جرموز نے کہا کہ ہم تمہارے خلاف لڑیں تب بھی جہنمی اور اگر آپ کی حمایت میں لڑیں تب بھی جہنمی؟ پھر اسی غصہ میں جرموز نے خودکشی کر لی۔

بخاری اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم نے

ارشاد فرمایا کہ وہ کون ہے جو مجھے جنگ احزاب کے موقع پر قوم کی "کفار قریش" خبر لا کر دے۔ حضرت زبیر نے عرض کیا حضور میں لاؤں گا۔ الخ

مستدرک حاکم کی روایت میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے جنگ خندق میں فرمایا کہ کفار کی خبر کون لے کر دے گا تو حضرت زبیر کھڑے ہو گئے۔ آنحضور نے پھر حکم فرمایا تو زبیر بھی پھر کھڑے ہو گئے۔ الخ

شیخین اور ترمذی نے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے حضور اکرم نے فرمایا کون ہے جو بنی قریظہ کے ہاں جائے اور ان کی خبر لائے تو میں "زبیر" چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو حضور علیہ السلام نے میرے والدین کو جمع کیا اور فرمایا۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

بخاری نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کافروں پر حملہ کیوں نہیں کرتے کہ ہم بھی آپ کی ہمراہی میں ان پر حملہ کریں۔ چنانچہ آپ نے حملہ کیا تو آپ کی پشت پر تلوار کی دو ضربیں لگیں اور ان دونوں کے درمیان وہ ضرب تھی جو آپ کو جنگ بدر میں لگی تھی۔ بس میں ان ضربات "کے گڑھوں" میں انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا۔

فائدہ :- شیخ نور الحق نور اللہ مرقدہٗ صحیح بخاری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں یرموک ملک شام کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور رومیوں کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے تھے۔ جبکہ رومی مشرکوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار قید ہوئے۔

فصل: حضرت امیر معاویہ کے فضائل میں

آگاہ ہو کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کی تعداد سابقہ انبیاء کرام کی تعداد کے موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم و بیش) ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث طیب اللسان ہیں۔ وہ گنتی کے چند حضرات ہیں اور باقیوں کی فضیلت میں صرف صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے۔ اس لئے کہ "صحبت رسول" کے فضائل عظیمہ کے ترتب میں قرآن و حدیث ناطق ہے۔ پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ ہوں یا کم آئی ہوں تو یہ ان کی فضیلت و عظمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے ہم یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے شرف و مقام کا اضافہ ہو۔

اولاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب کی تعلیم سے سرفراز فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے۔ مسند امام احمد بہت بڑی اعتماد والی کتاب ہے۔ حافظ ثقہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی جملہ مرویات مقبول ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں۔ نیز امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا قول ہے کہ اگر مسلمان کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو انہیں چاہیئے کہ وہ میری مسند کی طرف رجوع کریں۔ اگر تم اس میں پاؤ تو وہ حسن ہے ورنہ حجت نہیں اور بعض نے تو مسند احمد کی تمام روایات کو صحیح پر اطلاق کیا ہے۔ نیز ابن جوزی نے جو مسند احمد کی بعض روایات کو وضعی کہا ہے۔ وہ اس کی اپنی خطا ہے۔ کیونکہ تعصب اور افراط جوزی کی سرشت ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے اور یہ کتاب سنن اربعہ سے

احسن ہے۔

ثانیاً حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ صحابی مدنی سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ اے اللہ ان کو ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کو ان کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب "سنن ترمذی" جلیل القدر کتاب ہے۔ حتیٰ کہ شیخ الاسلام ہروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین "بخاری و مسلم" سے زیادہ نفع مند ہے۔ اس لئے کہ اس میں جس طرح مذاہب اور موجودہ استدلال کا ذکر ہے وہ صحیحین میں نہیں ہے۔ نیز حاکم اور خطیب نے ترمذی کی جملہ مرویات کو مطلقاً صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی خود کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علمائے حجاز، عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہو گی گویا کہ وہاں خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کلام فرما رہے ہیں۔

ثالثاً ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ کہنا چاہیں گے کیونکہ وہ تو صرف ایک وتر پڑھتے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ فقیہ ہیں۔ "بخاری"

شراح کہتے ہیں کہ فقیہ سے مراد مجتہد ہے۔

بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کی موجودگی میں عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی تو غلام نے جا کر اپنے مالک ابن عباس سے یہ بات کہی تو انہوں نے فرمایا کہ چھوڑ دو اس لئے کہ وہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ "انتہیٰ"

حضرت ابن عباس کا شمار فضلاء صحابہ میں تھا۔ آپ کے علم کی وسعت کے پیش نظر آپ کو بحر العلوم، حبر امت اور ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم نے ان کے لئے علم و حکمت اور تفسیر قرآن بالتاویل کی دعا فرمائی تھی جو کہ قبول ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں تھا۔ آپ دشمنان علی کے شدید نکیر تھے۔ حضرت نے آپ کو خوارج حروریہ کے پاس مناظرے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور خارجیوں کو لاجواب کر دیا۔ جب حضرت ابن عباس جیسے ذی علم شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی گواہی دیں اور اپنے غلام کو ان پر نکیر کرنے سے منع فرمائیں اور دلیل یہ دیں کہ وہ صحابی رسول ہیں تو اسی سے حضرت معاویہ کے تو فق و علو کا پتہ چل جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حبر امت حضرت ابن عباس کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے لئے یہی سب سے بڑی شہادت ہے۔

رابعاً حضرت معاویہ کاتب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اپنی کتاب "خلاصۃ السیر" میں امام مفتی حرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے۔ چاروں خلفاء کے علاوہ عامر بن فہیرہؓ، عبداللہ بن ارقمؓ، ابی ابن کعبؓ، ثابت بن قیس بن شماسؓ، خالد بن سعید بن عاصؓ، حنظلہ بن ربیع اسلمیؓ، زید بن ثابتؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ، شرحبیل بن حسنہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان میں سے حضرت معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو کتابت وحی کے لئے خاص کیا گیا تھا" یعنی دوسروں کی بہ نسبت یہ کل وقتی کاتب تھے۔ "انتہیٰ"۔

نیز یہ جو کہا گیا ہے کہ کتابت وحی ان کے لئے ثابت نہیں ہے۔ امام احمد بن محمد قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کو صریح مردود کہا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان پہاڑ ہیں۔ جنگ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں۔

خامساً شیخ علی ہروی "ملا علی قادری" شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ امام عبداللہ ابن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمرکابی میں جنگ کرتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا تھا وہ بھی عمرو بن عبدالعزیز سے کئی درجہ افضل ہے۔ اس منقبت پر غور کرو۔ اس کلمہ کی فضیلت تو تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تجھے عبداللہ بن مبارک اور عمر بن عبدالعزیز کی فضیلت معلوم ہو جائے گی جو کہ بے شمار ہیں اور محدثین کی مبسوط کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو امام الہدیٰ اور پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہاء ان کے قول کو عظیم اور حجت مانتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کرتے تھے۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے حدیث رسول کو جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بھی افضل ہیں تو ان کے مقام و مرتبہ میں تجھے کیا گمان ہو سکتا ہے۔

سادساً بخاری اور مسلم "حضرت معاویہ" سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف ثقہ، ضابط اور صدوق راویوں کی ہی روایت کرتے ہیں اور یہی ان کی شرط ہے اور مروان بن حکم نے کتاب طہارت میں آپ کو ضعفاء کی صف سے خارج رکھا ہے حالانکہ وہ ضعیف

روایات بھی حاصل کرتا ہے۔

سابعاً صحابۂ کرام اور محدثین عظام حضرت معاویہ کی مدح کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور واقعات اختلافیہ کے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی تصدیق حجت ہے۔ امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ مناقب کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ آپ کا شمار عدول فضلا اور صحابۂ اخیار میں ہے۔ امام یافعی فرماتے ہیں کہ آپ نہایت بُردبار، سخی، سیاست دان صاحبِ عقل اور سیادت کاملہ کے حقدار، صاحب الرائے تھے۔ گویا کہ حکومت کرنے کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ محدثینِ کرام ان کے نام کے بعد رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں جیسا کہ دیگر صحابہ کے نام کے بعد لکھتے ہیں بلا تفریق۔ جیسا کہ بروایت بخاری حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے۔

ابن اثیر جزری کے نہایہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ سے زیادہ لائق سیادت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ تو کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر فاروق کو بھی نہیں۔ فرمایا کہ حضرت عمر ان سے بہتر تھے لیکن سیادت کے معاملے میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی آگے تھے۔ حضرت ابن عمر کے قول کی توجیح اس طرح کی گئی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ ازحد سخی اور مال خرچ کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ واقعی انداز حکمرانی میں ان سے بڑھ کر تھے۔

قاضی عیاض ذکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا۔ کہ عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ سے افضل ہیں تو وہ غصہ میں آ گئے اور

فرمانے لگے کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت معاویہ صحابی رسول مقبول ہیں۔ وہ آپ کے برادر نسبتی ہیں، کاتب ہیں اور سب سے بڑھ کر وحی الٰہی کے امین ہیں۔

ثامناً حضرت امیر معاویہ کا کثیر احادیث کا روایت کرنا۔ امام ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت ام حبیبہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ نیز اپنے تقدم کے باوجود حضرت ابوذر نے بھی اُن سے روایت کی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید، حضرت جریر رضی اللہ عنہم کے علاوہ ایک جماعت صحابہ نے ان سے روایت کی ہے، پھر "تابعین میں سے" حضرت جبیر، ابوادریس خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ابو صالح سمان، سعید، ہمام بن منبہ کے علاوہ کثیر خلق نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔" انتہیٰ۔

بخاری نے اپنی صحیح میں "حضرت معاویہ" سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ ہم ان میں سے چند احادیث یہاں ذکر کر رہے ہیں جن سے نہ صرف حضرت امیر معاویہ کا شرف واضح ہو جائے گا بلکہ علماء کے دلوں میں آپ کی محبت بھی فزوں تر ہوگی۔

امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہلِ کتاب "یہود و نصاریٰ" نے اپنے دین میں بہتّر فرقے پیدا کئے اور یہ ملت "اسلامیہ" تہتّر فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں ایک فرقے کے بجز بقیہ سب جہنمی ہیں اور جو جنتی ہے وہ جماعت ہے، پھر میری امت میں سے ایک قوم نمودار ہوگی جس میں خواہشات

اس طرح پھیل جائیں گی جس طرح کتے کا زہر کسی شخص میں سرایت کر جاتا ہے
کوئی رگ و ریشہ اور جوڑ ایسا نہیں رہتا کہ جس میں زہر نہ پہنچے۔

بیہقی، ابوداؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تم عورتوں کی اتباع کرو گے تو بگڑ جاؤ گے۔

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔
حضور اکرم نے فرمایا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے مگر جو شخص مشرک ہو کر مرے یا کسی مومن کو عمداً قتل کرے، اس کی مغفرت نہیں ہو گی۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد کچھ آئمہ ہوں گے، وہ جو کہیں گے ان کی بات رد نہیں کی جائے گی۔ وہ جہنم میں ایسے گھسیں گے جیسے کہ بندر گھسیں گے۔

ترمذی نے حضرت معاویہؓ سے مرفوعاً حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص شراب پیئے پس اس کو کوڑے مارو، حتیٰ کہ وہ چوتھی مرتبہ پیئے تو پھر اس کو قتل کر دو۔

ابوداؤد نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ جو شراب پئیں تو انہیں کوڑے مارو، پھر پئیں تو پھر مارو، پھر پئیں تو پھر مارو، پھر بھی پئیں تو انہیں قتل کر دو۔ قتل کرنے کا حکم یا تو تہدید ہے یا منسوخ ہے۔

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے بھی حدیث معاویہ کی مثل روایت کی ہے۔

بخاری نے حضرت ابوامامہ بن سہل سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا درانحالیکہ وہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ مؤذن نے اذان دی اور کہا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ حضرت معاویہ نے بھی کہا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ مؤذن نے کہا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ حضرت معاویہ اور میں نے بھی کہا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ مؤذن نے کہا۔ اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ تو حضرت معاویہ نے بھی کہا۔ اشہد انّ محمدا رسول اللہ۔ پس جب اذان پوری ہوگئی تو حضرت معاویہ نے کہا کہ لوگو! میں نے مؤذن کی اذان کے وقت اسی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا۔ آپ بھی یہی کلمات فرماتے جو کہ تم نے مجھ سے سنے ہیں۔

امام احمد حضرت علقمہ بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ کے نزدیک تھا۔ آپ وہی دہراتے تھے جو مؤذن کہتا تھا مگر جب مؤذن نے حی الصلوٰۃ کہا تو آپ نے فرمایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ جب مؤذن نے کہا۔ حی علی الفلاح تو آپ نے کہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بعد ازاں وہی کہا جو کہ مؤذن نے کہا۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

بخاری، مسلم، مؤطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی و نسائی نے حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ منبر پہ سال حج میں حضرت امیر معاویہ سے سنا جبکہ بالوں کا ایک گچھا آپ کے

بہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایسے بالوں سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے بنی اسرائیل اس وقت تباہ ہوئے تھے جس وقت وہ ایسے بالوں کو پکڑتے "قبول" تھے۔

شیخین اور نسائی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مدینہ شریف آئے اور ہمیں مخاطب کر کے بالوں کا ایک جوڑا نکالا اور فرمایا کہ میں نہیں دیکھتا تھا کہ یہودیوں کے علاوہ بھی کوئی اس کو بناتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسے بالوں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے ان کا نام "جھوٹ" رکھا تھا

امام نسائی حضرت سعید مقبری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ کو منبر پر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں عورتوں کے بالوں کا ایک گچھا تھا۔ فرمایا کہ مسلمان عورتوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے بال استعمال کرتی ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سنا کہ وہ عورتیں جو اپنے سر میں ایسے بالوں کا اضافہ کرتی ہیں جبکہ یہ محض جھوٹ ہے جس کو وہ پھیلا رہی ہیں۔

طبرانی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمر کی زبان اور دل میں متحقق کر دیا ہے۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغالطہ میں ڈالنے والی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں

کے سامنے وضو فرمایا جیسا کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ جب سر کے مسح تک پہنچے تو پانی کا چلو بھر کر الٹے ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو وسطِ سر تک لے گئے یہاں تک کہ پانی کے قطرے گرنے لگے یا گرنے کے قریب تھے۔ پھر پیشانی سے گدی تک اور گدی سے پیشانی تک مسح کیا۔

ابو داؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ علیہ السلام فرمایا کہ رکوع اور سجدے میں مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو، رکوع اور سجدے میں جتنی دیر میں تم سے پہلے چلا جاتا ہوں تو رکعت کے لئے اٹھتے وقت اتنا حصہ تم پا لیتے ہو بیشک میرا جسم کچھ بھاری ہو گیا ہے۔

ابو نعیم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص بُرے عمل کرتا تھا اور ناحق ظلم کرتے ہوئے ستانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پس وہ شخص نکلا اور دیرا نیا میں ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ ایک ایسا شخص کہ جس نے ستانوے افراد کو ناحق ظلماً قتل کیا ہو کیا اس کی توبہ قابل قبول ہو گی۔ راہب نے کہا کہ نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ ایک دوسرے راہب کے پاس گیا اور اس کو بھی اسی طرح کہا۔ دوسرے راہب نے بھی وہی کہا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ اس شخص نے دوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر تیسرے راہب کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی وہی کچھ دریافت کیا تو اس نے بھی وہی جواب دیا کہ توبہ قبول نہیں ہو گی۔ لہٰذا اس نے اس تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔

پھر وہ ایک اور چوتھے راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ ایک شخص

نے بُرائی کا کوئی عمل نہیں چھوڑا اور اس نے ظلماً، ناحق سو قتل بھی کیے ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے اس سے کہا۔ قسم بخدا! اگر میں تجھ سے یہ کہوں اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں فرماتا تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ یہاں دیر "علاقہ" میں عبادت گزار قوم ہے۔ تم وہاں جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو۔ پس وہ وہاں تائب ہو کر نکلا ابھی اس نے کچھ راستہ ہی طے کیا تھا کہ اللہ نے فرشتہ بھیج کر اس کی روح کو قبض کر لیا۔ پھر اس کے پاس عذاب اور رحمت کے فرشتے آ گئے اور اس کے معاملے میں جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک اور فرشتے کو بھیجا جس نے ان دونوں فرشتوں سے کہا کہ دونوں گاؤں کے درمیانی فاصلے کو ناپ لو۔ جو قریب ہو گا اس کا شمار اسی گاؤں والوں میں ہو گا۔ چنانچہ ناپا گیا تو وہ عبادت گزاروں اور توبہ کرنے والوں کے گاؤں کے چند انگلی برابر قریب نکلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں ہم نے بطریق ابو داؤد، عبداللہ بن علاء سے اور انہوں نے مغیرہ بن قرہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں باب حوض پر لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے فلاں فلاں دن چاند دیکھا اور تم پر روزہ رکھنے میں سبقت لے گیا ہوں۔ پس جو شخص اچھا سمجھتا ہے تو وہ ایسا کرے۔ حضرت مالک بن ہبیرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ اے معاویہ کیا ایسی کوئی چیز تُو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ یا یہ تمہاری اپنی رائے ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھو اور اس کے پہلے حصّہ کے۔

بخاری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے اور بیشک میں تو بانٹنے والا ہوں جبکہ عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اُمّت ہمیشہ دین پر قائم رہے گی۔ مخالفین اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں تو خازن ہوں جس کو بطیب خاطر دوں گا پس اس میں برکت ہوگی اور جس کو اس کے مانگنے اور طلب کرنے پر دوں گا تو اس کی مثال ایسی ہوگی کہ جو کھائے مگر پیٹ نہ بھرے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کرتے ہوئے پیٹ نہ جایا کرو۔ قسم بخدا! اگر تم میں سے کوئی مجھ سے سوال کرے اور میں اس کے سوال کے بار بار اصرار پر اس کو کچھ دے دوں تو میرے اس عطیہ میں اس کے لئے برکت نہیں ہوگی۔

ابوداؤد اور نسائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی سواری سے اور سونے کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ معمولی ٹکڑا ہو۔ اسی طرح ایک اور

روایت میں ہے جو کہ انہی کتب میں حضرت معاویہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ریشم اور چیتے پر سواری نہ کرو۔

نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع تھے۔ پس کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ٹکڑا بجز سونے کے پہننے سے بھی منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا کہ اللّٰھم نعم

ابوداؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے اور چیتے کی کھال پر سواری سے منع فرمایا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کے درمیان قران سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ہم نہیں جانتے، حضرت معاویہ نے فرمایا کہ یہ بھی انہی میں شمار ہے مگر تم نے بھلا دیا۔

امام مسلم طلحہ بن یحییٰ کی روایت ان کے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ مؤذن آیا اور اس نے آپ کو نماز کے لئے بلایا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ قیامت کے روز مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی "اونچی" ہوں گی۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ مسجد میں لوگوں کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ حلقہ باندھ کر کیسے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ کیا صرف

اسی لئے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ بخدا اس کے علاوہ بیٹھنے کا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے میں نے حلف اس لئے نہیں لیا کہ تم پر کوئی تہمت لگا رہا ہوں بلکہ جن حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ جیسا قرب حاصل تھا ان میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس نے مجھ سے کم روایت نقل کی ہوں۔ بے شک حضور علیہ السلام صحابہ کی جماعت کے ایک حلقہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ہم اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تم صرف اسی مقصد سے بیٹھے ہو۔ عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے قسم اس لئے نہیں لی کہ تم پر کوئی تہمت ہے لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے روبرو تم پر فخر فرماتا ہے۔

محدث قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم کے سامنے وحی کو تحریر فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا کہ دوات ڈال دو، قلم کا قط ٹیڑھا کرو، حرف با کو سیدھا لکھو۔ سین کے دندانوں کے درمیان فرق رکھو۔ میم کے سرے کو ملا کر نہ لکھو۔ لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو۔ رحمٰن کو کھینچ کر لکھو اور رحیم کو حسین لکھو۔

تاسعاً حضرت امیر معاویہ اتباع سنت میں حریص تھے۔ امام بغوی شرح السنہ میں ابی مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن نکلے تو عبداللہ ابن عامر اور عبداللہ ابن زبیر بیٹھے

تھے۔ ابن عامر دیکھ کر کھڑے ہو گئے جبکہ ابن زبیر بیٹھے رہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنائے۔ اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد اور مسند احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں عمرو بن مرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے امور مسلمین میں سے کسی شئے کا حاکم بنایا ہو اور اس نے ان کی حاجت وضرورت اور فقر وخلت کے آگے پردہ حائل کر دیا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت وخلت اور فقر کے آگے پردے حائل کر دیتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ نے لوگوں کی ضروریات معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی کا تقرر کر دیا۔

بخاری نے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وارد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے مغیرہ کو لکھا کہ میرے پاس کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیج کہ جس کو تم نے خود حضور علیہ سے سنا ہو تو حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو نماز سے فراغت کے بعد تین بار یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا ہے۔
لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو کل شی قدیر۔ پھر فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیل وحجت، کثرت سوال، تضیع مال، لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے، ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ مجھے اختصار سے کوئی وصیت تحریر

فرمائیں۔ بی بی صدیقہ نے ان کو لکھا۔ السلام علیک۔ اما بعد۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص لوگوں پر تنگی کر کے اللہ کی رضا کا طلبگار ہوگا تو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی معاونت کافی ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طلبگار ہوگا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے اس کا وکیل ہوگا۔ والسلام۔

ترمذی اور ابوداؤد نے سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا اور آپ ان کے علاقہ کی جانب محو سفر تھے اس لئے کہ جیسے ہی معاہدے کی میعاد ختم ہو رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ پس ایک شخص جو گھوڑے یا خچر پر سوار تھا آیا اور وہ کہتا تھا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر ایفائے عہد لازمی ہے جنگ نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاویہ نے اس سے دریافت کیا اس معاملے میں تو انہوں نے کہا۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کیا ہو تو جب تک مدت معاہدہ ختم نہ ہو اس وقت تک عہد نہ توڑے یا پھر ان کے معاہدے کو مسترد کر دے تاکہ عدم معاہدہ سے فریقین برابر آگاہ ہوں۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہی لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

حضرت معاویہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کی ایک مثال وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے شفا شریف میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عابس بن ربیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کے لئے گھر کے دروازے میں داخل ہوتے تو حضرت معاویہ پلنگ سے اٹھے اور ان سے بغلگیر

ہو کر ملے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مرغاب نامی علاقہ" جو کہ نہر مرو کے پاس تھا؛ کی زمین ان کو عطا فرمادی۔ یہ عطا و اکرام صرف اس لئے تھا کہ حضرت عابس کی صورت حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت شریف کے مشابہ تھی۔

عاشرا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث کی اتباع کا حکم فرماتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ مدینہ شریف میں آتے اور یہاں کے فقہا سے کوئی ایسی چیز سنتے جو سنت رسول کے مخالف ہوتی تو اہلِ مدینہ کو جمع کر کے فرماتے کہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے تو حضور علیہ السلام کو یوں فرماتے سنا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہو؛ البتہ تحقیق ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کو ہم نے ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ نے اس نماز سے منع فرمایا ہے یعنی عصر کے فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنے سے۔

امام المحدثین امام مسلم حضرت عمرو بن عطا سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے ان کو سائب کے پاس اس لئے بھیجا کہ میں ان سے "سائب" سے ایسی بات معلوم کروں جو انہوں نے حضرت معاویہ کو نماز میں کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ مقصورہ میں میں نے حضرت معاویہ کے ہمراہ نماز جمعہ پڑھی تھی۔ جب انہوں نے سلام

۱۰

پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی۔ جب گھر لوٹے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ بات نہ کرلو یا اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاؤ۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت معاویہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثیں وہ روایت کرو جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں روایت کی گئی ہیں اس لیے کہ حضرت عمر لوگوں کو خوف الہٰی سے ڈراتے تھے،

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت بغیر تحقیق و تدقیق کے کثرت احادیث بیان کرنے سے ہے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ کے زمانے میں اہل کتاب کے مفتوحہ علاقوں میں ان کی کتابوں سے نقل و روایت کا رواج شروع ہوگیا تھا اس لیے آپ نے اس سے منع فرمایا اور لوگوں کو عہد فاروقی کی مرویات کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت حدیث کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور ضبط سے کام لیتے تھے۔ لوگ ان کی ہیبت و سطوت سے خوفزدہ تھے اور وہ حدیث میں جلد بازی سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ احادیث پر شہادت طلب کرتے تھے یہاں تک کہ احادیث خوب مستقر ہوگئیں اور سنن مشہور ہوگئیں۔

بخاری نے محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ وہ قریش کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کو کسی نے یہ روایت پہنچائی کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ عنقریب علاقہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی آپ غضبناک ہوگئے۔ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

پھر فرمایا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ تو وہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ وہ تمہارے جاہل لوگ ہیں۔ پس تم ایسی باتوں سے بچو کروہ تمہیں گمراہ کر دیں گی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔ یہ امر قریش میں رہے گا۔ تم میں سے کوئی شخص ان کے ساتھ دشمنی نہیں کرے گا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیشانی پہ نشان نہ لگا دے یا وہ دین کو قائم نہ کریں۔

حادی عشر کثیر صحابہ کرام کی جماعت نے حضرت معاویہ کی پیروی کی مثلاً حضرت عمرو بن عاص اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ زاہد رضی اللہ عنہ، معاویہ بن خدیج وغیرھم رضی اللہ عنہم۔

اثنا عشر حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کو شام کا گورنر بنایا۔ حالانکہ آپ تو حکام و امراء کی صلاح و فساد میں بہت احتیاط فرماتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت معاویہ کو معزول نہ کیا بلکہ انہیں ان کی گورنری پر بحال رکھا۔

ثلاثۃ عشر فقہاء کرام حضرت معاویہ کے اجتہاد کو معتمد علیہ سمجھتے تھے۔ اور دیگر صحابہ کرام کے مذہب کی طرح آپ کا مذہب بھی ذکر کرتے تھے۔ مثلاً آپ کا یہ قول کہ معاذ ابن جبل، معاویہ اور سعید بن مسیّب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور حضرت معاویہ سے ان کا یہ قول کرنا کہ معراج ایک رویائے صالحہ ہے جیسا کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور ان کا یہ قول کہ رکنین یمانیین کا استلام حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیح ثابت ہے۔

رابعۃ عشر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خلافت حضرت معاویہ کو سپرد کر دینا باوجود اس کے کہ امام حسن کے ساتھ لیے چالیس ہزار اشخاص تھے جنہوں نے موت پر ان سے بیعت کر رکھی تھی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ ہوتے تو سبط طیب امام حسن خلافت ان کے حوالے کیوں کرتے۔ بلکہ اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح جنگ لڑتے۔ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

خامسۃ عشر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن علیہ السلام سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ اہل بیت نبوت کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ یہ سب باتیں مخالفت و مخاصمت کے باوجود ان کے ایثار حق پر دلالت کرتی ہیں مگر مخاصمت و مخالفت تو بتقدیر الٰہی پیش آچکی تھی۔

امام احمد نے اپنی مسند حضرت معاویہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت امام حسن علیہ السلام کی زبان اور ہونٹ چوستے تھے اور اللہ تعالیٰ ان لبوں اور زبان کو کبھی عذاب نہ دے گا جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما ہو۔ ملا علی قاری ہروی شرح مشکوٰۃ میں عبداللہ ابن بریدہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن حضرت معاویہ کے ہاں تشریف لائے تو حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں آپ کی خدمت میں ایسا عطیہ پیش کروں گا کہ ایسا عطیہ نہ تو آپ سے پہلے کسی کو ملا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو ملے گا۔ پھر چار لاکھ کا عطیہ پیش کیا جو امام حسن نے قبول فرمالیا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی

مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سوال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو اس لئے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم ہیں۔ سائل نے کہا کہ امیر المومنین مجھے علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بری بات ہے تو ایسے آدمی کو ناپسند کر رہا ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علم کی بنا پر معزز سمجھتے تھے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ "اے علی" تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یونہی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو ان سے دریافت فرماتے۔ یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ دوسری کتب میں بھی مروی ہے اور بعض نے کچھ زیادہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ مثلاً حضرت معاویہ نے اس سائل سے فرمایا کہ کھڑا ہو اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو کھڑا نہ کرے۔ اور اراکین دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا۔ مزید فرمایا کہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی سے مسائل دریافت کرتے اور استفادہ کرتے تھے اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جب بھی حضرت عمر کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آیا تو آپ فرماتے کہ یہاں "حضرت" "علی" "رضی اللہ عنہ" موجود ہیں۔

امام مستغفری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا تو فرمایا کہ قسم بخدا مجھے علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔ اس کے قبل کہ میرے اور ان کے درمیان جو کچھ رونما ہوا، اور میں جانتا ہوں کہ ان کی اولاد میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو اپنے زمانے میں روئے زمین پر سب سے بہتر ہوگا اور ان کا ایک نام آسمان میں ہے جس کو آسمان والے

جانتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے زمانے میں پھلوں کی کثرت ہوگی باطل مٹ جائے گا اور حق زندہ ہوگا۔ وہ صالح لوگوں کا زمانہ ہوگا۔ ان کے سر بلند ہوں گے اور وہ ان کو دیکھیں گے۔" مراد اس سے حضرت امام مہدی ہیں۔

حاکم اور ابن بخاری نے بروایت ہشام بن محمد ان کے والد سے روایت کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ سے سالانہ ایک لاکھ عطیہ ملتا تھا تو ایک سال وہ وظیفہ کسی طرح رک گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ شدید تنگدستی کا شکار ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قلم دوات منگوائی تاکہ معاویہ کو خط لکھوں اور اسے اپنی یاددہانی کراؤں۔ پھر میں خاموش ہوگیا۔ پس میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ حسن تم کیسے ہو، میں نے عرض کیا، آبا جان بہتر ہوں اور وظیفہ میں تاخیر کی شکایت بھی کی تو آپ نے فرمایا کہ تو دوات منگوا کر اپنی جیسی مخلوق کو خط لکھ رہا تھا تاکہ اسکو یاددہانی کرائے۔ میں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو پھر میں کس طرح کروں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ کہو۔ اے میرے قلب میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے سے علاوہ کی تمام امیدیں مٹا دے۔ حتیٰ کہ میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے اللہ میری قوت میں اضافہ فرما جو کہ کم عقلی کی وجہ سے کمزور ہوگئی ہے: کہ اس کی طرف میری رغبت نہ جانے اور نہ میرا سوال اس کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ میری زبان پر جاری ہو سکتی ہے اور جو تو نے اولین و آخرین کو یقین کی دولت مرحمت فرمائی ہے۔ اے رب العالمین مجھے بھی اس کے لئے خاص کر لے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم بخدا میں نے مکمل ایک ہفتہ بھی یہ دعا نہیں کی تھی کہ مجھے پندرہ لاکھ کا وظیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مرسلہ مل گیا۔ پس میں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو اپنے مذکورین کو کبھی فراموش نہیں

فرماتا اور نہ اس کی دعا کو رد فرماتا ہے۔ پھر میں نے دوبارہ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ اے حسن اب کیسے ہو۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم" بہتر ہوں۔ اور ساری بات بیان کی۔ تو فرمایا۔ اے میرے لختِ جگر بیٹے، اسی طرح جو اپنی امید کو خالق سے وابستہ رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا معاملہ کرتا ہے۔

محمد بن محمود آملی اپنی تصنیف نفائس الفنون میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ حضرت علی خدا کی قسم شیر کی طرح تھے۔ جب آواز لگاتے تھے اور جب ظاہر ہوتے تو چاند کی طرح۔ جب عطا و اکرام پر آتے تو بارانِ رحمت کی طرح ہوتے تھے۔ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ فرمایا کہ حضرت علی کے چند نقوش بھی آلِ ابی سفیان سے بہتر ہیں۔ پھر دریافت کیا گیا کہ آپ نے علی سے جنگ کیوں کی؟ فرمایا کہ حکومت و بادشاہت بے خیر ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو حضرت علی کی مدح میں ان کی شایانِ شان شعر سناتے ہیں اس کو ہر شعر کے بدلے ہزار دینار انعام دوں گا۔ چنانچہ حاضرین نے شعر سنائے اور حضرت معاویہ فرماتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں۔ پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کئی شعر پڑھے۔ جب وہ اس شعر پہ پہنچے

هو النبأ العظيم وفلک نوح
وباب الله وانقطع الخطاب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شعر کو پسند کیا اور انہیں سات ہزار دینار مرحمت فرمائے۔

صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ قسم بخدا حضرت علی کی غایت نہایت بعید تھی۔ بہت قوی تھے۔ وہ فیصلہ کرنے کے اہل تھے۔ عدل پر مبنی حکم دیتے تھے۔ ان کے چاروں اطراف علم کے فوارے پھوٹتے تھے۔ حکمت ان کی زبان پر بولتی تھی۔ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت زدہ رہتے تھے۔ رات سے انہیں موانست تھی اور اس کی وحشت و تنہائی سے بھی محبت رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ روتے رہتے تھے۔ لمبی سوچ رکھتے تھے۔ مختصر لباس رکھتے اور کھانا بھی معمولی کھاتے۔ ہمارے درمیان سادگی سے رہتے۔ ہمارے سوال کا جواب دیتے اور ہمارے بلانے پر چلے آتے۔ قسم بخدا۔ اتنی قربت کے باوجود ہم پر ان کی ایسی ہیبت تھی کہ ہم ان سے کلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینی بھائیوں کی تعظیم کرتے، مساکین کو قرب بخشتے۔ کوئی شہ زور اپنے ناحق کے لئے ان کی حمایت کی توقع نہیں کرتا تھا اور ضعیف ان کے عدل سے ناامید نہیں تھے۔ بعض مواقع پر میں نے ان کو دیکھا کہ جب رات چھا جاتی، ستارے ڈوب چکے ہوتے تو آپ اپنی داڑھی شریف کو پکڑے تڑپ تڑپ کر رو رہے تھے اور غمزدہ کی طرح آہ و بکا کر رہے تھے اور فرماتے اے جا اپنے شوق کا دھوکہ کسی اور کو دے۔ ھیہات ھیہات۔ جا میں نے تجھے تین طلاق دے دیں۔ کبھی بھی تیری طرف رجوع نہیں کروں گا۔ کیونکہ اے دنیا تیری عمر قلیل ہے مگر تیرے خطرات کثیر ہیں۔ آہ، آہ توشہ کم ہے، مسافت دور ہے اور راستہ وحشتناک ہے۔ یہ اوصاف سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے

لگ گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حسن کے باپ پر رحمت بے پایاں فرمائے۔ وہ واقعی ایسے ہی تھے۔

السادس عشر ایک آدمی خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یزید کو امیرالمومنین کہا تو آپ نے اس کے کوڑے لگوائے اور دوسری دفعہ کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہجو کی تو آپ نے اس کو بھی کوڑے لگوائے۔

السابعۃ عشر ابن عساکر بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر تھا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر خدمت تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ سے دریافت کیا۔ کہ کیا تمہیں علی سے محبت ہے؟ عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے درمیان چپقلش ہوگی حضرت معاویہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور عفو۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید

الثامنۃ عشر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے کہ شاید ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے مابین صلح کرادے۔

التاسعۃ عشر

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنوامیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو یزید کہا جائے گا۔ اس کو رؤیانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء سے روایت کیا ہے۔

ابو علی "صحیح غالباً ابو یعلیٰ ہے" نے بسند ضعیف حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت انصاف پر قائم رہے گی۔ حتیٰ کہ پہلا شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا۔ وہ بنوامیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو یزید کہا جائے گا۔ پس یہ بات اس اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت رسول کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سن ستر ہجری کے شروع سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور نوجوان چھوکروں کی حکومت سے۔ " رواہ احمد "

سنہ ۶۰ھ سے تاریخ ہجری مراد ہے یا پھر حضور علیہ السلام کی پردہ پوشی کے ستر سال بعد مراد ہے اور نوجوانوں کی امارت سے مراد یزید کی امارت ہے اور اولاد حکم اموی کی حکومت مراد ہے اور لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یزید کو دیکھا تھا جبکہ حضرت معاویہ اس کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک جنتی نے ایک جہنمی کو اٹھا رکھا ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ یزید تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ ابن اثیر نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔

المکملۃ عشرین

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا قصہ

صاحب مشکواۃ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۸۰ سال کی عمر میں ماہ رجب میں بمقام دمشق فوت ہوئے۔ آخری عمر میں آپ کو لقوہ ہو گیا تھا اور وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں قریش کے ایک فرد کی طرح ذی طوئی میں رہتا اور سلطنت و حکومت کو نظر بھر دیکھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کی ایک تہبند، ایک چادر" اوڑھنے والی" ایک قمیص اور کچھ بال شریف اور ناخن تھے۔ آپ کی وصیت تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی قمیص میں کفنانا اور اسی چادر شریف میں لپٹانا اور تہبند میری کمر پر لپیٹ دینا۔ پھر میرے ناک کے نتھنوں، پیشانی اور باچھوں میں یہ بال اور ناخن شریف رکھ دینا۔ جب ان سے مجھے اللہ ارحم الراحمین کے حضور میں پیش کر دینا۔

الحادی عشرون

امام الائمہ امام مالک علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ کوئی شخص اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ، یا عمرو بن عاص رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو بھی گالی دے یا ایسا ویسا کہے تو وہ کھلی گمراہی پر ہے یا کفر پر ہے۔ اسے قتل کیا جائے گا اور اگر گالی کے علاوہ کوئی اور بدگوئی کرتا ہے۔" اعتراض کرتا ہے" تو اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ دد صواعق محرقہ"

فصل:- صلح کے ذکر میں جو کہ معجزہ ہے

حضرت ابوبکر ثقفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں

نے منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلوہ افروز دیکھا اور حضرت، امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک دفعہ اپنے صحابہ کو دیکھتے اور ایک دفعہ حضرت حسن کو دیکھتے اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

انہی حضرت ابوبکرہ ثقفی سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے اور حضرت حسن بچپنے میں آتے اور حضور علیہ السلام کی گردن اور پشت پر بیٹھ جاتے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدے سے آہستہ آہستہ سر اٹھاتے حتیٰ کہ امام حسن کو نیچے اتار دیتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے دیکھا ہے کہ جتنا آپ اس بچے سے پیار فرماتے ہیں اتنا کسی دوسرے بچے سے پیار نہیں فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دنیا میں یہ پھول ہیں لاریب میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ یہ ابن ابی حاتم کی روایت ہے اور تقریباً ایسی ہی روایت مسند احمد میں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جامع الاصول میں روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔ قسم بخدا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ایک پہاڑ جیسا لشکر لے کر حضرت سیدنا امیر معاویہ کے مقابلے پر آگئے تو حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسے دو مد مقابل لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو ایک دوسرے کو قتل کئے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا۔ قسم بخدا، وہ دونوں سے بہتر ہیں۔ اے عمرو تو دیکھ کہ اگر وہ ان کو

قتل کر ڈالیں تو پھر امور مسلمین کی نگہبانی کے لئے کون رہ جائے گا؟ عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کون رہ جائے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے قریش کے دو آدمی حضرت عبدالرحمٰن بن عمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں آپ کی خدمت میں گئے اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ ہم بنو عبدالمطلب کو اس مال میں سے بہت کچھ وصول ہو چکا ہے اور یہ امت ایک دوسرے کا خون بہانے پر تُل گئی ہے پس آپ نے صلح کر لی۔

ملا علی قاری ہروی شرح مشکوٰۃ شریف میں "ذخائر" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابو عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب شہید ہوئے تھے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے بیعت کی تھی اور اس سے پہلے وہ لوگ آپ کے والد کے ہاتھ پر بیعت علی الموت کر چکے تھے اور یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرمانبردار تھے۔ پس حضرت حسن عراق، ماوراء النہر، علاقہ خراسان میں سات ماہ تک خلیفہ رہے۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کی طرف اور انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف پیش قدمی کی اور سوا کے مضافات میدان میں دونوں لشکر جب آمنے سامنے صف آرا ہوئے تو امام حسن نے دیکھا کہ جب تک ایک لشکر دوسرے لشکر کا صفایا نہ کر دے کسی کو غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ پس آپ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ وہ خلافت ان کے سپرد کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ اہل مدینہ، اہل حجاز و عراق کے کسی ایک آدمی سے بھی کسی قسم کی باز پرس نہیں کریں گے خصوصاً ان امور کے سلسلے میں جو میرے والد گرامی کے زمانے میں ہو چکے ہیں تو حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ یہ تو قیاس میں بھی نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ منظور ہے مگر قیس بن سعد کی نہیں اس لئے کہ مجھے وہ جہاں بھی ملا تو میں اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ لوں گا۔ حضرت حسن نے دوبارہ لکھا کہ اگر ایسی بات ہے تو میں آپ کی بات ہے تو میں آپ کی بیعت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کے پاس ایک سفید کاغذ روانہ کیا اور کہا کہ اپنی مرضی کے مطابق شرائط لکھو، میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ ان دونوں کی صلح ہو گئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لکھی کہ حضرت معاویہ کے بعد امر خلافت ان کے سپرد ہوگا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔

عارف محقق حضرت محمد بن محمد الحافظی البخاری المعروف خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمت جو کہ محبت اہلبیت میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اپنی کتاب فصل الخطاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی کا ارشاد ہے کہ جب امر خلافت حضرت حسن نے حضرت معاویہ کے حوالے کر دیا تو اس سال کا نام "سنتہ الجماعت" رکھا گیا۔ ایک شیعہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا۔ یا مذل المومنین! اے مومنین کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نہ معز المومنین یعنی مومنین کو عزت دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو مکروہ نہ جانو اس لئے کہ میرے بعد امر خلافت انہی کی راہ ہوگی۔ اگر تم نے اس کو گنوا دیا تو تم سروں کو ان کے ٹھکانوں سے بیروں کی طرح گرتے دیکھو گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ معاویہ اگر امر خلافت کے تم والی ہو تو ہمیشہ اللہ سے ڈرنا اور انصاف

کرتا۔ حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مجھے یہ گمان رہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس آزمائش سے لازماً گزروں گا یہاں تک کہ میں اس آزمائش میں مبتلا ہوا۔ "رواہ احمد و بیہقی"

نکتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں پر جب تم نظر و فکر کرو گے تو تم ہر دو بڑی جماعتوں کو معظم و مکرم پاؤ گے اور عظمت و کرامت ہی ان پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت معاویہ پر طعن اور ان کے جوابات

جان لے کہ ہم حضرت معاویہ و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ معصوم ہونا انبیاء و ملائکہ کے ساتھ متعلق ہے اور انہی کے خواص میں سے ہے جیسا کہ مرام الکلام فی علم الکلام میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انبیاء کرام سے جو باتیں سہواً یا طبیعت بشریہ سے صادر ہوتی ہیں ان کو نسیان کہا جاتا ہے لیکن ان کا نام ترک افضل رکھنا زیادہ افضل ہے اور اگر ایسی کوئی بات کسی ایک صحابی رسول سے صادر ہو جائے جو ان کی شایانِ شان نہیں تو یہ بعید از امکان نہیں اور پھر حضرات صحابہ کرام کے مابین اختلافات و جنگیں ہوئیں نیز ایسی باتوں کا صدور ہوا کہ جن میں غور و فکر کرنے والوں کو حیرانگی ہوتی ہے مگر ہمارے مذہب اہلسنت و جماعت میں حد درجہ اس میں تاویل کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں تاویل ممکن ہی نہ ہو تو وہاں ایسی روایت کو رد کرنا واجب ہے۔ نیز سکوت و طعن سے گریز بھی واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر ان حضرات صحابہ سے مغفرت و اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ ان حضرات کو آگ مس نہیں کرے گی اور جو ان کے باہمی تناقضات پر تنقید کرے گا اس کے لئے سخت ترین وعید ہے۔ پس جملہ اصحاب رسول سے حسن ظن رکھنا اور ان کا ادب کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ یہی سلف صالحین محدثین کا اور اصولیین حدیث کا مذہب ہے اور اسی پہ ثبات قدمی کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔

اکثر لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں اور شاید اس میں حکمت ہے کہ ان سے کوئی بات ہو گئی ہو گی، اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آخر دنیا تک ان کے لئے اعمال صالحہ کا کوئی سلسلہ جاری رہے قریب ہے کہ جس چیز کو تم مکروہ جانو وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

پہلا طعن بعض محدثین نے جن میں مجد الدین شیرازی نے اپنی کتاب سفر السعادہ میں اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور اسی طرح بخاری نے ابن ملیکہ کی حدیث پر "مقولہ ذکر معاویہ" کا باب باندھا ہے۔ دیگر صحابہ کی طرح فضائل و مناقب کا باب نہیں باندھا۔

جواب اس سلسلے میں پہلے دو حدیثیں گزر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک مسند امام احمد کی اور دوسری سنن ترمذی کی ہے۔ اگر عدم صحت سے عدم ثبوت مراد ہے تو یہ مردود قول ہے جیسا کہ محدثین کے مابین ہو گزرا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور بہت سے احکام و فضائل احادیث حسان سے ہی ثابت ہیں کیونکہ احادیث صحاح بہت کم ہیں۔ پھر جو حدیثیں سنن اور مسند میں ہیں وہ

درجہ حسن سے کم نہیں ہیں۔ نیز فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کا جواز فن حدیث میں متعین ہو چکا ہے۔ روایت حسن کی فضیلت تو اپنی جگہ میں نے تو بعض کتب معتبرہ میں صاحب میزان امام مجدالدین ابن اثیر کا یہ قول دیکھا ہے کہ مسند احمد میں فضیلت معاویہ کی حدیث صحیح ہے مگر اس وقت وہ کتاب یاد نہیں آرہی ہے اور پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شرح سفر السعادہ میں انصاف نہیں کیا گویا کہ انہوں نے کلام مصنف کا اقرار کر لیا ہے اور دوسرے تعصبات پر تعقب کی طرح اس پر بھی تعقب نہیں کیا۔

بخاری کے اس فعل کا جواب یہ ہے کہ ان کا تفنن فی الکلام ہے۔ اسی طرح بخاری نے اسامہ بن زید، عبداللہ بن سلام، جبیر بن مطعم بن عبداللہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے فضائل جلیلہ کو ذکر معنون سے ہی ذکر کیا ہے۔

دوسرا طعن امام مسلم علیہ الرحمت نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس میں دروازے کے عقب میں چھپ گیا تو حضور علیہ السلام نے پیار و محبت سے مجھے کندھے پر مکا رسید فرمایا۔ پھر فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور واپس آکر جواب دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

جواب یہ کلمہ عرب کی عادت کے طور پر ہے جیسے قاتلہ اللّٰہ ما اکرمہ، ویل امہ وابلہ ما اجودہ، اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، بر سر تسلیم، تو پھر

اللہ تعالیٰ اس کو موجب رحمت وقربت بنادے گا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے "باب وہ شخص کہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہو یا ملامت کی ہو یا بددعا دی ہو جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یہ اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور اجر ہوں گی اور پھر اس باب میں مذکورۃ الصدر حدیث لائے ہیں۔

اور اسی میں حضرت بی بی صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عائشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب سے کیا شرط رکھی ہے "سن" میں نے کہا کہ اے اللہ میں بشر ہی ہوں پس جس مسلمان کو میں نے گالی دی ہو، لعنت کی ہو تو تو اس کو اس شخص کے لئے باعث طہارت بنا دے۔

اسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ میں تیری ذات سے عہد لینا چاہتا ہوں اور تو اس کے کبھی برعکس نہ کرنا۔ میں لباس بشری میں ہوں۔ اگر کسی مسلمان کو اذیت دی یا کسی کو میں نے گالی دی ہو، لعنت کی ہو یا مارا ہو تو آپ اس کو اس شخص کے لئے رحمت و باعث طہارت بنا دینا اور روز حشر اس کو اپنی قربت کا سبب بنا دینا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اے اللہ میں "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" لباس بشری میں ہوں مجھے بھی غصہ آجاتا ہے جیسا کہ دوسرے بشر کو غصہ آجاتا ہے۔

اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے شرط رکھی ہے۔ میں نے اللہ سے

درخواست کی ہے کہ میں لباس بشری میں ہوں۔ راضی بھی رہتا ہوں جیسے دوسرے بشر راضی ہوتے ہیں۔ غصہ بھی ہوتا ہوں جیسے دوسرے بشر غصہ ہوتے ہیں۔ پس اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کے لئے بددعا کروں جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو اسکو شخص کے لئے پاکیزگی اور روز حشر اپنے تقرب کا باعث بنانا۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا فرمایا اور انہیں زمین کی سرداری عطا کی اور یہ انتہائی کرم گستری ہے

تیسرا طعن

ترمذی شریف میں یوسف بن سعید سے مروی ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر امام حسن سے کہا کہ آپ نے مومنین کا منہ کالا کر دیا ہے۔ یا یہ کہا کہ آپ مومنین کا منہ کالا کرنے والے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا کہ تو مجھے برا نہ کہہ اللہ تجھ پر رحم کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر فروکش دیکھا تو آپ نے اس کو اچھا نہ سمجھا۔ پس سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ اے محمد یعنی ایک جنت میں ایک نہر ہے اور سورۃ لیلۃ القدر نازل ہوئی۔ خیر من الف شھر تک۔ اے محمد بنو امیہ آپ کے بعد ایک ہزار ماہ تک حکمرانی کریں گے۔ قاسم بن فضل کہتے ہیں کہ ہم نے بنو امیہ کی حکمرانی کی مدت تخمینہ لگایا تو واقعی پورے ایک ہزار ماہ ہوئے۔ نہ کم نہ زیادہ" انتہی امام ابن الاثیر اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ یہ تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔ امام حسن کی امیر معاویہ سے بیعت حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے تیس سال بعد ہوئی اور ان کی حکمرانی ابومسلم خراسانی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ پس یہ ٹوٹل ۹۲ سال ہوئے۔ اس میں سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت

کی مدت آٹھ سال آٹھ مہینے نکال دیئے جائیں تو باقی ایک ہزار ماہ رہ جاتا ہے۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے پردہ فرمایا اس حال میں کہ آپ تین قبائل کو اچھا نہ سمجھتے تھے (۱) بنو ثقیف (۲) بنو حنیفہ (۳) بنو امیہ۔ "ترمذی"

جواب یہاں مطلقاً بنوامیہ کی مذمت مقصود نہیں ہے کیونکہ بنو امیہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دونوں شامل ہیں اور دونوں باجماع اہل سنت امام الہدیٰ ہیں اور حضور علیہ السلام کی ناگواری کا باعث یزید بن معاویہ، عبیداللہ بن زیاد اور اولاد مروان بن حکم ہے یعنی یہ سنت رسول کے مخالف تھے اور اصحاب رسول و آل رسول کو انہوں نے ایذا دی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کا بنوامیہ کی طرف منتقل ہونا نوشتہ تقدیر ہے اور اہل بیت نبوت کے لئے اللہ کے ہاں سے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

چوتھا طعن مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما حضرت سعد کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے ابوتراب "حضرت علیؓ" کو سب و شتم کرنے سے کس چیز نے منع کیا ہے۔ سعد نے کہا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ان کے حق میں تین باتیں یاد ہیں۔ میں ان کو ہرگز برا نہیں کہوں گا۔ پس ان باتوں کا ذکر کیا (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علی تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہما السلام سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں (۲) خیبر کے دن میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جو

اللہ اور اس کے رسول مقبول سے محبت کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہو (۳) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے الہٰی یہ ہیں میرے اہل بیت "انتہیٰ ملخصاً" اور اس میں شک نہیں کہ حضرتِ علی کی برائی کا کہنا کھلی غلطی ہے۔

جواب شرح مسلم شریف میں مذکور ہے کہ اس کی تاویل کرنا واجب ہے، یا پھر سب و شتم سے مراد ان کی اجتہاد میں خطاء اور ہمارے اجتہاد کی صحت ہے یا یہ کہ انہوں نے قوم کے کچھ لوگوں کو حضرت علی کو بُرا بھلا کہتے سنا تو چاہا کہ حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت علی کی فضیلت بیان کرا کے لوگوں کو اس سے باز رکھیں اصل بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرتِ علی کرم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرتِ علی کرم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ سبب مانع دریافت کیا گیا ہے اور حضرت علی کو ان کی کنیت ابوتراب سے ذکر کرنا یہ کوئی تشنیع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو آپ کی پسندیدہ کنیت تھی۔

پانچواں طعن حضرت معاویہ کے دور میں بدعات کا ظہور رہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ مدعی پر قسم کا رد کرنا بدعت ہے۔ اور اس پر سب سے پہلے فیصلہ حضرت معاویہ نے کیا نیز سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے سب سے پہلے خصی "ہیجڑے" لوگوں کو خادم بنایا اور سب سے پہلے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنایا۔

جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہادت کے مطابق حضرت معاویہ مجتہد تھے۔ خطاء و صواب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر انہوں نے یزید کو اہل بیت سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی تھی جس کو اس نے پورا نہ کیا اگر حسن ابن علی رضی اللہ عنہما زندہ ہوتے تو حسب وعدہ امر خلافت انہیں کے سپرد ہوتا۔

چھٹا طعن حضرت معاویہ نے حضرت حسن بن علی کو زہر دلوایا۔

جواب یہ بہت بڑا بہتان ہے اور مؤرخین کی ایسی خرافات ہیں جو معتمد علیہ نہیں ہیں۔

ساتواں طعن تفتازانی کی شرح تلخیص میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ بیمار تھے تو حضرت امام حسن عیادت کے لئے تشریف لائے۔ بیٹھے تو معاویہ نے ان کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

وتجلدی للشامتین اریھم ، انی لریب الدھر لا اتضعضع

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا ، الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جواب یہ روایت غیر صحیح ہے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت حسن علیہ السلام ہی ہوں۔

آٹھواں طعن کہ وہ حضرت حسن کے وصال پر خوش ہوئے۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ اسی روز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے اہل بیت میں ایک بہت بڑا سانحہ ہوا ہے۔ ابن عباس نے کہا

مجھے علم نہیں، مگر آپ کو میں خوش دیکھتا ہوں۔

جواب مورخین حاطب اللیل ہیں اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو ممکن ہے ان کی خوشی کسی امر دیگر کی وجہ سے ہو۔

نواں طعن حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ "مسلم"

جواب اہل سنت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر چڑھائی کی وہ امام حق پر چڑھائی کرنے والے ہیں مگر یہ بغاوت اجتہادی تھی جو کہ ان پر معاف ہے، ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے تھے کہ ہمارا گروہ تو خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والا تھا۔

دسواں طعن جنگ صفین میں حضرت علی کا قول "عبارت محذوف ہے" قاضی میبندی حضرت علی کے دیوان کی شرح میں یہ گمان کیا ہے کہ ابتر سے مراد حضرت معاویہ ہیں اور اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی ہے جو سورۂ کوثر کے نزول کا سبب ہے۔

جواب یہ دیوان حضرت علی سے بسند شیعہ منسوب ہے جو کہ وضع و تحریف میں ضرب المثل ہے۔ برتقدیر تسلیم ہم یہ نہیں مانتے کہ شارح نے جو ذکر کیا ہے وہی مراد صاحب دیوان کی ہے اس پر کیا حجت ہے کہ دوسرے پر قاضی شارح جیسے لوگ برائی کریں، اور پھر خلیفہ بطور تعزیر کسی شخص کو سب وشتم کر سکتا ہے جبکہ دوسروں کے لئے یہ جائز نہیں، بالجملہ۔ جب ان اکابر کے مابین طعن باللسان

"تلوار" وقوع پذیر ہوا ہے تو زبانی طعن تو بہت ہی کم ہے مگر یہ بھی دوسروں کے لیے جائز نہیں۔ اگر دو بھائی آپس میں سب وشتم کریں تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ کسی ایک کو گالی دے، اس سے بہت سے اعتراضات کا جواب واضح ہو جاتا ہے۔ ان میں سے زمخشری اپنی کشاف میں حضرت عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

ے ألا أبلغ معاوية بن حرب ٭ أمير الظالمين بنا كلامي

معاویہ بن حرب کو میری یہ بات پہنچا دو کہ وہ ہم پر ظلم کرنے والوں کا امیر ہے۔

پہلی بات یہ کہ کیا یہ شعر ثابت بھی ہے یا کہ موضوع ہے اور زمخشری نے تو اپنی تفسیر میں ایسی احادیث نقل کی ہیں جن کے بطلان پر کسی کو شک بھی نہیں اور اعتزال ورفض تو ایک ہی وادی سے ہیں۔

ان میں سے ایک امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمٰن بن عبد رب کعبہ سے روایت کیا ہے، وہ کلام طویل ہے۔ اس کی تلخیص یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کعبہ کے سامنے میں بیٹھ کر یہ حدیث مرفوعاً بیان کی کہ جو امام پر حملہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ یہ تیرے چچا زاد معاویہ ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے کا اور قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عبداللہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اس کی اطاعت کرو اور معاصی میں اس سے بچو۔ دراصل سائل کا مقصود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور ان پر مال خرچ کرنے کی شکل میں ان کی طرف سے ہوتی تھی۔

گیارہواں طعن کئی ایک لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ محدث جلیل ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی نے اہلِ شام سے سوال کیا کہ ہمیں فضیلت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا۔ (۱) لا اشبع اللہ بطنہ الا ... اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے کے علاوہ مجھے کوئی حدیث معلوم نہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے "کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ متساوی چھوٹ جائیں، وہ فضیلت ڈھونگ رہے ہیں پس اہلِ شام نے ان کو مارا کہ وہ بیمار ہوگئے اور فوت ہوگئے۔

جواب اہلِ شام کے سوال کا مقصود تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کریں پس وہ سوائے ادب کے باعث ناراض ہوگئے۔ یہاں تک تو احسن تھا مگر جب وہ صحابی پر طعن میں حد سے بڑھ گئے تو انہوں نے مارا بہرحال بشر سے خطا ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ نسائی کی اس سے مراد حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اس قبیل کے کلمات تو حضرت معاویہ کے لئے موجب پاکیزگی اور اجر و رحمت ہیں مگر اہلِ شام اس کے مفہوم نہ سمجھے یا پھر انہوں نے سوچا کہ اس محدث نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح کیوں نہ دی۔ پس اپنی جہالت کے باعث انہوں نے اس محدث کو مارا۔

بارہواں طعن اکثر صحیح اور حسن روایت میں ایسے لوگوں کے لئے وعید شدید مذکور ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھیں یا ان سے جنگ لڑیں۔

جواب حضرت علی سے تو ایسے حضرات نے بھی جنگ کی ہے جن کا جنتی ہونا قطعی ہے مثلاً حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس احادیث وعید کو یہ غیر صحابہ پر محمول کرنا واجب ہے حروریہ کی مثل۔ یا ان احادیث کو متعصب اور غیر مجتہد کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

تیرہواں طعن تیس سال کی حدیث جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خلافت صرف تیس سال ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی، پھر وہ فرماتے تھے، خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو سال، خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے ۱۲ سال اور خلافت علی رضی اللہ عنہ کے چھ سال" پورے تیس سال ہوتے ہیں"۔ یہ روایت مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی کی ہے مسند احمد، ترمذی، ابو لیلی اور ابن حبان کی روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی بعد ازاں ملوکیت ہوگی اور بخاری نے تاریخ میں اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں ہوگی

جواب بعد از تیس سال مطلق خلافت کی نفی نہیں ہے کیونکہ بارہ خلفاء تو حدیث صحیح سے ثابت ہیں۔ مذکورہ تیس سالہ خلافت سے مراد خلافت کاملہ ہے جس میں نہ تو مخالفت سنت کا شائبہ ہو اور وہ بغیر کسی خلل و انقطاع کے جاری رہے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیشک عالم متقی اور عادل تھے مگر علم و ورع میں اور عدل میں خلفائے اربعہ کے ہم پلہ نہ تھے جیسا کہ اولیاء کرام میں بلکہ انبیاء و ملائکہ میں بھی مراتب کا تفاوت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت باجماع صحابہ اور حضرت امام حسن کی تسلیم و رضا کے باعث اگرچہ صحیح تھی مگر وہ سابقہ حضرات

کی منہاج پر نہ تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے مباحات کو وسعت دی جبکہ خلفاء اربعہ نے اس سے احتراز کیا۔ پھر ابرار کی حسنات بھی تو مقربین کی سیئات میں گنی جاتی ہیں اور شاید ان کی توسیع ابنائے زمانہ کے قصور ہمت کی وجہ سے تھی۔ اگرچہ خود ان میں یہ چیزیں نہیں تھیں جیسا کہ تو پہلے جان چکا ہے البتہ خلفاء اربعہ کا عبادات و معاملات میں رجحان بالکل واضح و ظاہر ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

فصل۔ حضرت عمرو بن عاص کے ذکر میں

ابو عبداللہ اور ابو محمد آپ کی کنیت ہے۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وزیر تھے۔ ترمذی نے حضرت عقبہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے ایک غریب اور غیر موی مسند سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے مگر عمرو بن عاص ایمان لائے ہیں یعنی قریش تو فتح مکہ کی ہیبت سے اسلام لائے تھے اور عمرو بن عاص فتح سے سال دو سال پہلے برضا و رغبت ایمان لائے تھے۔ ابن الملک کہتے ہیں کہ ان کے دل میں اس وقت حبشہ میں اسلام بیٹھ گیا تھا۔ جب شاہ نجاشی نے سرکار دو عالم کی نبوت کا اعتراف کیا تھا اور بغیر کسی دعوت کے بحالت ایمان یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ مدینہ پہنچے اور ایمان لائے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضوان اللہ علیہم ماہ صفر ۸ھ میں ہجرت فرما کر مدینہ میں آئے تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ، غلام ابوقیس، قیس بن ابی حازم، ابوعثمان ہندی، قبیصہ بن ذویب، ابو حرہ غلام عقیل، عبدالرحمن بن شماسہ عروۃ بن زبیر و دیگر حضرات رضوان اللہ علیہم نے روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے عمرو بن عاص کو غزوہ ذات السلاسل میں امیر مقرر کیا تھا۔

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ آپ کو جھنڈا بھی عطا کیا تھا حالانکہ اس وقت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم و دوسرے حضرات بھی موجود تھے یہ آپ کی وحشت کو دور کرنے کی غرض سے تھا اس لئے کہ یہ قبول اسلام سے قبل مسلمانوں سے شدید عداوت رکھتے تھے۔

تاریخ ذہبی میں ہے حضرت حماد بن سلمہ نے اپنی مسند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں یعنی عمرو اور ہشام، عبدالجبار بن الورد ابن ابی ملیکہ سے اور وہ حضرت طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ عبداللہ کی ماں اور عبداللہ کے باپ بہترین البیت ہیں۔

امام مسلم اپنی صحیح میں ابی شماسہ مہری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بوقت نزع حضرت عمرو بن العاص کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ بہت روئے اور چہرہ دیوار کی طرف گھما لیا۔ ان کے بیٹے ان سے کہتے تھے کہ ابا جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو آپ کو فلاں فلاں بشارت دی تھی۔ پس آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی وحدانیت اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کو سب سے افضل سمجھتے ہیں۔ پھر میں نے تین دور دیکھے ہیں۔ ایک وہ کہ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ کا سب سے زیادہ دشمن دیکھا ہے اور اس کے علاوہ مجھے کوئی چیز محبوب نہ تھی کہ کسی طرح میں حضور علیہ السلام پر قابو پا کر "نعوذ باللہ" انہیں قتل کردوں۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہو جاتا تو میں جہنمی ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈالا تو میں حضور علیہ السلام

کی خدمت اقدس میں آ گیا اور عرض کیا کہ آپ سیدھا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا عمرو کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کا ارادہ ہے۔ فرمایا کیسی شرط؟ میں نے عرض کی کہ میری بخشش ہو جائے۔ فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت سابقہ تمام خطاؤں کو مٹا دیتی ہے اور بیشک حج بھی ماقبل کی تمام معصیت کو دھو دیتا ہے۔

"الغرض میں نے بیعت کر لی" پھر کون تھا جو حضور علیہ السلام سے مجھ سے بڑھ کر محبت کرتا اور میری نظر میں آپ سے بڑھ کر کوئی بزرگ و برتر نہیں تھا اور آپ کے جلال و رعب کے باعث میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اگر کوئی مجھ سے آپ کی وصف "حلیہ" دریافت کرے تو نہیں بتا سکوں گا۔ اس لئے میری آنکھوں نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا ہی کب تھا۔ اگر میں اس حالت میں فوت ہو جاتا تو مجھے قوی امید ہے کہ میں سیدھا جنت میں جاتا۔ پھر میں نے ایسی چیزوں میں ہاتھ ڈالا کہ تو نہیں جانتا کہ اس میں میرا کیا حال تھا۔ پس جب میں اس حالت میں مروں تو نہ تو کوئی رونے والی میرے قریب آئے اور نہ آگ۔ پھر جب تم مجھے دفن کرو تو میرے اوپر مٹی ڈالنا اور اتنی دیر میری قبر کے ارد گرد رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس کروں اور دیکھوں کہ میرے رب کے قاصد "منکر نکیر" مجھ سے کیا کیا پوچھتے ہیں۔

فصل۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ذکر میں

ابن عساکر نے بطریق ابن وہب سے انہوں نے حرملہ بن عمران سے انہوں نے سالم اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ ابوسفیان پر لعنت کر۔ اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت کر۔ اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی کہ آپ کے لئے کوئی امر نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو ان کو عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ کو قبول فرمایا۔ پس وہ اسلام لائے اور وہ اسلام میں اچھے رہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کر کے حسن کہا ہے اور جامع الاصول میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی طائف کی لڑائی میں ایک آنکھ ضائع ہوگئی اور وہ جنگ یرموک تک ایک آنکھ سے رہے مگر جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہوگئی تو وہ نابینا ہوگئے اور یا ۳۶ھ اور بعض نے کہا کہ ۳۲ھ میں مدینہ شریف میں ان کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منھم مودۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے شادی فرمائی تو ان کی سختی نرم ہوگئی اور خودی ختم ہوگئی۔

امام مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان نہ تو ابوسفیان کی طرف دیکھتے تھے اور نہ ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ پس انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے تین چیزیں مرحمت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کون سی؟ عرض کیا کہ میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی حسین اور جمیل ترین بیٹی ہے۔ میں آپ سے اس کا نکاح کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ اپنا کاتب بنا لیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ مجھے حکم دیں کہ میں کفار کو قتل کروں جیسا کہ میں مسلمانوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

شرح مسلم میں اس حدیث کو مشکل کہا گیا ہے اس لئے کہ ابو سفیان ۸ھ میں اسلام لائے تھے اور حضور علیہ السلام کا نکاح اس سے قبل ۶ھ میں حضرت ام حبیبہ سے ہو چکا تھا اور یہ جمہور کے نزدیک درست ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث بعض راویوں کا وہم ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ موضوع ہے مگر یہ سب اقوال مردود ہیں اس لئے کہ راوی سب کے سب ثقہ ہیں اور ابن زمیل کا گمان ہے کہ اگر وہ حضور علیہ السلام سے یہ سب کچھ طلب نہ کرتے تو آپ اس کو کچھ بھی عطا نہ کرتے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سائل کو اثبات میں ہی جواب دیتے تھے۔

فصل: حضرت ابو سفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی والدہ کا کچھ ذکر

مؤلف مشکواۃ کہتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئی تھیں اور حضور علیہ السلام نے ان دونوں کو اسی سابقہ نکاح پر برقرار رکھا۔ وہ بڑی فصیح و بلیغ خاتون تھیں اور عقلمند بھی۔ جب عورتوں نے سرکار دو عالم کی بیعت کی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بناؤ گی۔ کہنے لگی کہ میں تو جاہلیت میں بھی شرک پر راضی نہیں تھی اور پھر اسلام میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو چوری نہیں کریگی تو کہنے لگیں کہ ابو سفیان ذرا ہاتھ کھینچ کر رکھنے والے آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اپنی اور اپنے بیٹے کی حسب کفالت تو اس کے مال سے لے سکتی ہے آپ نے پھر فرمایا کہ زنا کے قریب نہ پھٹکنا۔ تو کہنے لگیں۔ کیا کوئی آزاد شریف عورت زنا کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل نہ کرنا اپنی اولاد کو۔ تو کہنے لگیں۔ کیا آپ نے ہمارا کوئی ایسا بچہ چھوڑا ہے جس کو بدر میں قتل نہ کیا ہو۔ بچپنے میں ان کو ہم نے پالا اور جب بڑے ہوئے تو آپ لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات سن کر مسکرا پڑے۔ ام معاویہ

رضی اللہ عنہا خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئیں اور اسی دن حضرت ابو قحافہ" والدگرامی حضرت ابوبکر صدیق فوت ہوئے۔ ان سے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔

بخاری نے اپنی کتاب میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔ ہند بنت عتبہ آئیں اور کہنے لگیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کا خراب و خوار ہونا مجھے آپ کے گھر والوں سے زیادہ محبوب ہو" یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے" مگر اس وقت میری صبح ایسے ہوتی ہے کہ روئے زمین پر کوئی گھر مجھے آپ کے گھر سے زیادہ محبوب و عزیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے۔ یہی حالت میرے ہاں ہے۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ، ابوسفیان جز رہیں آدمی ہیں کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ کہ میں اس کے مال میں سے اپنے عیال کے طعام کے لئے کچھ لے لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں معروف خرچ لے سکتی ہو۔ یہ حدیث بہت سے واسطوں و طریقوں سے مروی ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہی کیفیت اپنی بھی ہے" ہندہ کی تصدیق ہے اور بعد از ان شدید محبت۔ کی خبر بھی ہے جس نے اس کے برعکس سمجھا بس تحقیق وہ وہم میں مبتلا ہوا۔

فصل۔ مروان بن حکم اموی کے ذکر میں

مروان کے باپ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راز کو ظاہر کر دیا کرتے تھے تو اس لئے حضور علیہ السلام نے ان کو طائف روانہ کر دیا تھا اور مروان بھی ان کے ہمراہ تھے۔

قسطلانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ مروان سرکار دو عالم کی حیات میں پیدا ہوئے اور آپ سے سماعت بھی کی ہے۔ وہ بچپن میں ہی اپنے باپ حاکم کے ہمراہ طائف چلے گئے تھے اور وہیں رہے۔ اس وقت تک جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی اور ان کو مدینے بلوالیا۔ "انتہی ملخصا"

میں کہتا ہوں کہ یہ بات میرے نزدیک غلط ملط ہے اور کتاب تواریخ میں ان کے محاسن سے زیادہ مطاعن مذکور ہیں۔ "خدا ہی جانتا ہے" ان پر کیے گئے اعتراضات میں سے ایک وہ فتنہ ہے جو حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے خلاف بپا ہوا۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے حضرت امام حسن کو روضۂ رسول میں دفن کرنے سے منع کیا تھا۔ تیسرا یہ کہ جب ان کو تحنیک کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ وزغ ابن وزغ ملعون ابن ملعون ہے۔ حاکم نے اس کو اپنی صحیح مستدرک میں روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جنگ جمل میں انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور اس کے محاسن میں حدیث کا روایت کرنا شامل ہے۔

صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار صحابہ سے روایت کی ہے جن میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما شامل ہیں اور ان سے عروہ ابن زبیر اور علی بن حسین نے روایت کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کا شرف حاصل ہے۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے وہ معتمد علیہ اپنے قول میں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اجل روایت ہیں۔ پس حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں متہم نہیں تھے اور صحابی رسول سہل بن سعد الساعدی نے ان کے صدق پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے روایت کی ہے اور وہ جوان پر

تنقید کی گئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا پھر طلب خلافت بالسیف میں ان کی شہرت ہے۔ حتیٰ کہ ہوا جو کچھ ہوا مگر طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل بالتادیل تھا۔ " انتہیٰ "

بخاری نے محمد بن بشار سے انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے مروان سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عثمانؓ و حضرت علی کے ہاں موجود تھا۔ حضرت عثمان نے تمتع سے روکا اور فرمایا کہ حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا جائے۔ پس میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ انہوں نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر تلبیہ کہا اور فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کر سکتا، بالجملہ مروان کے مطاعن میں سکوت اولیٰ ہے۔

بخاری کے بعض شراح نے کہا ہے کہ حاکم کی روایت حدیث ان کے لئے قربت پاکیزگی و رحمت کا موجب ہے۔ واللہ اعلم۔

مؤلف " شیخ عبدالعزیز پرہاردی " فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اہل انصاف کے لئے کافی ہے اور مبتدعین کی سرکشی کے لئے میں اللہ سے ہی ان کی شکایت کر سکتا ہوں۔ یہ نماز جمعہ کا وقت ہے۔ رمضان شریف کی تین تاریخ اور سنہ ۱۲۳۲ھ ہے اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا ہوں اور وہ میرے لئے صاحب جود و انعام ہے۔

مترجم اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل پر ممنون ہے کہ آج ۸ دسمبر سنہ ۱۹۸۳ء مطابق ۳ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات بوقت دس بجے صبح اس تالیف جلیل کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

وصلی اللہ علی محبوب رب العلمین ومطلوب المشتاقین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین وسائر المسلمین اجمعین۔

لگا رہا ہوں مضامین نَو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو
(میر ببر علی انیسؔ)

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الْمَنَّانُ

اس مجموعہ رسائل کے بعد

حضرت مولا مشکل کشا جناب سیدنا علی المرتضیٰ

كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْاَسْنٰى

کے خصائص وخصائل وفضائل ومناقب اور اقوال وحیات ومرویات پہ
مشتمل علماے اہل سنت کے نایاب تحقیقی رسائل
جلد چھپ کر محبانِ صحابہ واہل بیت کے قلوب واذہان کو گرمائیں گے۔

عقیدہ کی اصلاح کے لیے ایک عمدہ کتاب

من ھو معاویہ؟

مؤلف

قاری محمد لقمان قادری

مقرظین: مولانا محمد صدیق ہزاروی، پیر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی
مولانا مفتی غلام حسن قادری، مولانا مفتی محمد عبدالشکور الہاروی
مولانا محمد منشا تابش قصوری، مولانا غلام مصطفٰی نوری، مولانا محمد کاشف اقبال مدنی

دارالاسلام، لاہور

البشارات العالیہ لمن احب سیدنا معاویہ

مناقبِ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف

محقق اہل سنت حضرت علامہ حکیم مفتی شفقات احمد نقش بندی مجددی کیلانی

والضحٰی پبلی کیشنز، لاہور

"دار الاسلام" کی تراثِ علمیہ

1	المبین مع تنقید وتبصرہ	حضرت سید محمد سلیمان اشرف بہاری		260
2	الرشاد	پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری		80
3	نزھۃ المقال فی لحیۃ الرجال	علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری		50
4	شرح المرقاۃ مع رسالہ وجود رابطی	مولانا عبدالحق خیر آبادی، برکات احمد ٹونکی		200
5	امام احمد رضا: ایک ہمہ جہت شخصیت	کوثر نیازی		10
6	ابحاث ضروری	ولی اللہ لاہوری، فقیر محمد جہلمی، خورشید احمد سعیدی		80
7	الروض المجود (وحدۃ الوجود)	علامہ فضل حق خیر آبادی، محمود احمد برکاتی		80
8	علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات	خوشتر نورانی (ایڈیٹر جام نور)		160
9	حیات استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی	علامہ غلام سعیدی (دارالعلوم نعیمیہ کراچی)		80
10	مولوی کعبہ کون؟	مولانا قاری محمد لقمان قادری	NET	50
11	من ھو معاویہ؟	مولانا قاری محمد لقمان قادری	NET	80
12	الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ	مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری	NET	15
13	نور ایمان (دیوان)	مولانا عبدالسمیع بیدل رام پوری	NET	40
14	توثیق صاحبین	فیصل خان (راول پنڈی)	NET	100
15	احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام	تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی	NET	25
16	عقائد اہل سنت وجماعت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی	NET	25
17	دفاع سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	سندھی، پہاروی، بدایونی، جھنگوی، قاسمی	NET	100
18	افضلیت سیدنا صدیق اکبر پر اجماع امت	فیصل خان	NET	100
19	دیوان فضل حق خیر آبادی	تحقیق: ڈاکٹر سلمہ فردوس سیہول		000
20	خیر الاعصار، المسئلۃ الضروریۃ، حفظ المتین	مولانا خیر الدین خیوری دہلوی		000
21	مسند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	امام ابوبکر احمد بن علی مروزی		000
23	کلیات کافی	مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی		000

ومن یکن یطعن فی معاویۃ
فذاک کلب من کلاب الہاویۃ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنیوالا دوزخ کا کتا ہے

دارالسلام
C-8 محی الدین بلڈنگ داتا دربار مارکیٹ لاہور
Cell:0321-9425765